دعائے استفتاح

حدیث[۱۲]عن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ :أقول: ((اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ،اَللّٰهُمَّ نَقِّنِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ،اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ))

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں (نماز کے پہلے سکتے میں) ((اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ، اَللّٰهُمَّ نَقِّنِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ،اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ)) پڑھتا ہوں۔(صحیح البخاری ۱۰۳/۱ ح ۷۴۴ واللفظ لہ صحیح مسلم ۲۱۹/۱ ح ۵۹۸)

فوائد:

① اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سکتۂ اُولیٰ میں اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي والی دعا پڑھنی چاہئے۔

② سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ''سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ'' والی موقوف، غیر مرفوع روایت مروی ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۲ ح ۳۹۹)

یہ دعا نبی ﷺ سے بھی قیام اللیل میں ثابت ہے۔(سنن ابی داود ج ۱ ص ۱۲۰ ح ۷۷۵ وسندہ حسن)

لہٰذا یہ دعا پڑھنا بھی جائز ہے۔

③ ان کے علاوہ بعض دیگر دعائیں بھی ثابت ہیں۔

④ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تحقیق یہ ہے کہ جہری نمازوں میں مقتدی (اس دعا کے بجائے) سورۂ فاتحہ پڑھے اور اسے امام سے پہلے ختم کرلے۔(دیکھئے آثار السنن مترجم ص ۲۲۳ ح ۳۵۸ وقال: اسنادہ حسن)

اور یہی تحقیق بعض تابعین کی بھی ہے۔

⑤ کتبِ آلِ تقلید، آثار السنن وغیرہ کے حوالے اہل التقلید پر بطورِ الزام اور اتمامِ حجت کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جاء الحق وزهق الباطل

ماہنامہ ضربِ حق سرگودھا

مدیر
سید محمد سبطین شاہ نقوی حفظہ اللہ
0300-9600128

جلد: 3 | رجب ۱۴۳۳ھ جون ۲۰۱۲ء | شمارہ: 6

قیمت

فی شمارہ	سالانہ	پاکستان
20 روپے	200 روپے علاوہ محصول ڈاک	300 روپے مع محصول ڈاک

اس شمارے میں

برائے خط کتابت

ماہنامہ ضربِ حق
جامعہ امام بخاری اہلِ حدیث
مقام حیات سرگودھا

برائے رابطہ

حافظ
عمر فاروق شاکر
0300-4608164
048-3715130

مقام اشاعت
جامعہ امام بخاری اہلِ حدیث مقام حیات سرگودھا

خطبات سید محمد سبطین شاہ نقوی

اہلِ حق کی نشانیاں (قسط نمبر ۱)

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ (التوبہ:۱۱۹)

سامعین حضرات! جماعت کی اس عظیم علمی مسند پر کھڑا ہونا میرے لئے باعثِ فخر بھی ہے اور باعثِ سعادت بھی۔

خطبۂ جمعہ کے لمحات بہت قلیل ہوتے ہیں، لہٰذا تمام اصحاب گذارشات پر غور فرمائیں تاکہ جو پیغام میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں، اچھی طرح بیان ہو سکے:

حق والی جماعت

سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

" أَلَا إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَامَ فِيْنَا فَقَالَ: ((أَلَا إِنَّ مَنْ قَبْلَكُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ افْتَرَقُوْا عَلَى ثِنْتَيْنِ وَ سَبْعِيْنَ مِلَّةً، وَ إِنَّ هٰذِهِ الْمِلَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلٰى ثَلَاثٍ وَ سَبْعِيْنَ: ثِنْتَانِ وَ سَبْعُوْنَ فِي النَّارِ وَ وَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَ هِيَ الْجَمَاعَةُ.))

سن لیں! بے شک رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے تو فرمایا:

سن لیں! بے شک تم میں سے پہلے جو اہلِ کتاب تھے وہ بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹ گئے اور یہ امت تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی: بہتر (جہنم کی) آگ میں ہیں اور ایک جنت میں ہے اور یہ الجماعۃ ہے۔ (سنن ابی داود: ۴۵۹۷ وسندہ حسن، مسند احمد ۴/۱۰۲)

اس حدیث کے ساتھ صحیح بخاری کی حدیث بھی ملا لیں:

"عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَ إِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِي، لَنْ تَزَالَ هٰذِهِ الْاُمَّةُ عَلٰى اَمْرِ

اللّٰهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ.“

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

”اللہ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اس کو دین کی سمجھ عنایت فرما دیتا ہے اور (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور دیتا تو اللہ ہی ہے اور یاد رکھو کہ یہ امت ہمیشہ اللہ کے حکم (دین) پر قائم رہے گی پھر جو شخص ان کا مخالف ہوگا ان کو نقصان نہ پہنچا سکے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے۔“ (صحیح بخاری:۷۱)

دونوں حدیثوں میں کتنی مطابقت ہے اور دونوں حدیثوں میں ایک بات مشترک ہے کہ ایک جماعت ہمیشہ حق پر رہے گی اور ہمیشہ غالب رہے گی۔ یہ غلبہ تعداد کے اعتبار سے نہیں بلکہ دلائل کے اعتبار سے ہوگا۔ اور دلائل وہ ہیں جن پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔

حق واضح ہو چکا ہے

محترم احباب توجہ فرمائیں!

میں اپنی بات ان تک پہنچانا چاہتا ہوں جو تذبذب کا شکار ہیں۔

دنیا میں بے شمار گروہ موجود ہیں، ان تمام میں حق والا گروہ کون ہے؟ کچھ لوگوں نے مغالطہ دلوں میں ڈال دیا ہے کہ دنیا میں حق واضح ہی نہیں ہوسکتا۔ قیامت کے دن ہی حق والا گروہ واضح ہوگا۔

یہ بات کتاب وسنت کے خلاف ہے، کیونکہ تمام آسمانی کتابوں کے نازل ہونے کا مقصد اور خاص طور پر قرآن کے نازل ہونے کا مقصد ہی یہ ہے کہ حق و باطل کے درمیان فرق کیا جائے۔

﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾

بہت برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فیصلہ کرنے والی کتاب اتاری، تاکہ وہ

جہانوں کے لئے ڈرانے والا ہو۔ (الفرقان:۱)

قرآن کو اللہ تعالیٰ نے فرقان کہا ہے۔فرقان کا مطلب ہے حق اور باطل میں فرق کرنے والا۔

اگر آج کوئی یہ دعویٰ کرے کہ قرآن کے نزول کے بعد بھی حق واضح نہیں ہوا تو بتاؤ کیا قرآن کے نزول کا مقصد ہی فوت نہیں ہو جاتا؟

محدثین کرام نے لمبے لمبے سفر کر کے رسول اللہ کی ایک ایک حدیث کو جمع کیا ہے اور وہ تمام احادیث کتبِ حدیث کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہیں، جو حق اور باطل میں فرق کرنے کے لئے واضح ثبوت ہیں۔ بہت افسوس ہے ایسے لوگوں پر جو یہ تو کہتے ہیں کہ قرآن محفوظ ہے۔صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن ابی داود، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ حدیث کی تمام کتب موجود ہیں، قیامت تک باقی رہیں گی، لیکن یہ پتہ نہیں چل سکتا کہ حق پر کون ہے؟ یہ بڑی عجیب بات ہے اور یہ بات قرآن کے بھی خلاف ہے، حدیث کے بھی خلاف ہے۔

دین آسان ہے

دوسرا مغالطہ یہ دیا گیا کہ قرآن وحدیث کو سمجھنے کے لئے پچاس علوم پڑھنے ضروری ہیں۔عام آدمی کی استطاعت ہی نہیں کہ وہ قرآن وحدیث سمجھ سکے۔

اللہ تعالیٰ نے اس بات کا رد فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾

وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول انھی میں سے بھیجا، جو ان کے سامنے اس کی آیات پڑھتا ہے، انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے، حالانکہ بلاشبہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔ (الجمعۃ:۲)

جس قوم کی طرف آپ ﷺ مبعوث ہوئے، وہ امی لوگ تھے بالکل جاہل تھے۔ وہ دین سمجھ گئے اور کائنات کو سمجھا بھی گئے، بکریوں کے چرواہے دن سمجھ بھی گئے اور سمجھا بھی گئے۔

عامر بن واثلہ سے روایت ہے کہ نافع بن عبد الحارث نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے (مقام) عسفان میں ملاقات کی اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو مکہ پر عامل بنایا ہوا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تم نے جنگل والوں پر کس کو عامل بنایا؟ انھوں نے کہا کہ ابن ابزیٰ کو۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابن ابزیٰ کون ہے؟ انھوں نے کہا: ہمارے آزاد کردہ غلاموں میں سے ایک غلام ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم نے غلام کو ان پر عامل کر دیا؟ انھوں نے کہا: وہ کتاب اللہ کے قاری ہیں اور علم الفرائض (یعنی قوانینِ وراثت جس کو نبی ﷺ نے نصف العلم قرار دیا ہے) خوب جانتے ہیں۔

"قَالَ عُمَرُ: أَمَا إِنَّ نَبِيَّكُمْ ﷺ قَدْ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَ يَضَعُ بِهِ آخَرِيْنَ." سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سنو! تمھارے نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ اس کتاب کے سبب سے کچھ لوگوں کو بلند کرے گا اور کچھ لوگوں کو گرا دے گا۔ (صحیح مسلم: ۸۱۷)

یقیناً قرآن ہی جاہلوں کو عالم بناتا ہے۔ ہر طبقے کے انسان کو سمجھاتا ہے جتنا اس کو زیادہ سمجھو گے اتنا ایمان زیادہ ہوگا، یقین زیادہ ہوگا۔

تیسرا مغالطہ یہ دیا گیا ہے کہ قرآن انتہائی مشکل ہے۔ اس کو سمجھنا آسان نہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾

اور بلا شبہ ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان بنا دیا ہے، تو کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟ (القمر: ۲۲)

صحیح بخاری میں حدیث ہے: "إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ" یقیناً دین آسان ہے۔ (صحیح بخاری: ۳۹)

قرآن بھی آسان ہے۔ حدیث بھی آسان ہے۔

نبی ﷺ بڑے آسان طریقے سے دین سمجھاتے تھے۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہم امی (ان

پڑھ) لوگ ہیں، حساب کتاب نہیں جانتے، (انگلیوں کے اشارے سے بیان فرمایا کہ) مہینہ اس طرح اور کبھی اس طرح ہوتا ہے یعنی کبھی انتیس دن کا اور کبھی تیس دن کا۔

(صحیح بخاری:۱۹۱۳)

آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے کتنے آسان طریقے سے دین سمجھایا۔ اصل بات اور مقصد صحابہ کرام رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ کے سامنے انگلیوں پر گن کر بتا دیا ہے۔

قرآن نے بھی کتنے آسان طریقے سے بات سمجھائی ہے۔

﴿وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۝ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ۝ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ۝ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَآءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ؕ إِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ اور اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں۔ اور نہ اندھیرے اور نہ روشنی۔ اور نہ سایہ اور نہ دھوپ۔ اور نہ زندے برابر ہیں اور نہ مردے۔ بے شک اللہ سنا دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تو ہرگز اسے سنانے والا نہیں جو قبروں میں ہے۔ (الفاطر:۱۹-۲۲)

اس بات کو سمجھنے کے لئے کس علم کی ضرورت ہے؟ عام سادہ انسان بھی یہ بات بڑی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ کہ روشنی اور اندھیرا برابر نہیں۔ سایہ اور دھوپ برابر نہیں۔ جب یہ بات ہر انسان سمجھ سکتا ہے تو پھر یہ بات بھی ہر انسان سمجھ سکتا ہے کہ زندہ اور مردہ برابر نہیں۔ کتنے سادہ اور عام فہم انداز میں قرآن نے ان کو عقیدے کی بہت بڑی بات سمجھا دی ہے۔

مسلک اہلِ حدیث پر یقین

آیئے اب قرآن و حدیث کی روشنی میں مسلک اہلِ حدیث کو سمجھیں۔ مسلک اہلِ حدیث کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قرآن و حدیث کا نام ہے۔ میں یہ بات اس لئے نہیں کہہ رہا کہ یہ میرا مسلک ہے بلکہ اس لئے کہہ رہا ہوں یہ سچا اور صحیح مسلک ہے۔

میں اس کے دلائل اور براہین پر غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ واقعتاً سچا اور صحیح مسلک ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کے متعلق میرا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے۔

وحدہ لاشریک ہے۔ اسی طرح مسلک اہلِ حدیث کے متعلق میرا یقین ہے کہ یہ سچا اور صاف مسلک ہے۔ اتنا یقین ہے جتنا مجھے اپنے باپ اور ماں کے متعلق یقین ہے کہ فلاں میرا باپ ہے اور فلاں میری ماں ہے۔

تعصب چھوڑ دو

میں یہ بات تعصب اور ہٹ دھرمی کی بنا پر نہیں کہہ رہا بلکہ دلائل اور براہین کی روشنی میں یہ بات کہہ رہا ہوں۔ ہر انسان اگر ہٹ دھرمی، ضد، تعصب عناد کو ترک کر کے ان دلائل پر غور کرے تو اسے بھی یقین ہو جائے گا کہ مسلک اہلِ حدیث ایک سچا اور کھرا مسلک ہے۔

لیکن مصیبت یہ ہے کہ تعصب اور ہٹ دھرمی ہمارے اندر جذب ہو چکی ہے۔ ہر آدمی اپنے دماغ میں چند خاص مسائل بٹھا چکا ہے اور انھیں حرف آخر سمجھتا ہے۔ مسجد میں آ کر خطیب کی بات سنے گا، اگر خطیب کی بات اس کے دماغ کے مطابق ہوگی پھر تو ٹھیک ہے۔ اگر اس کی بات خطیب کی بات کے مطابق نہیں ہوگی تو خطیب کی بات اس کے ہاں غلط سمجھی جائے گی۔ اس کے مزاج کے خلاف بات ہو پھر اسے قبول نہیں کرے گا، غور نہیں کرے گا۔ بس خطیب کے خلاف نفرت کا اظہار کرے گا۔

سابقہ مطالعے کی روشنی میں خطیب کی بات کو غلط کہے گا اور اپنے مطالعے کو صحیح کہے گا۔ مزید مطالعہ نہیں کرے گا، غور و فکر نہیں کرے گا، تحقیق نہیں کرے گا۔

صحابہ کرام کامیاب و کامران صرف اس وجہ سے تھے کہ وہ گھر سے بالکل خالی ذہن ہو کر نبی پاک کی مجلس میں آتے تھے۔

آقا جو بات انھیں کہتے اسے صحیح اور حق سمجھتے تھے۔ اپنی سوچ اور تمنا کو آقا کی بات پر قربان کر دیتے تھے۔

ہمارے اپنے گھر سے مخصوص فرقے کے مسائل لے کر آتے ہیں، اس کے مطابق اگر ہمیں بات ملے تو ٹھیک ہے ورنہ ہم اس بات کو ماننے کے لئے تیار ہی نہیں ہوتے۔

اہلِ حدیث خطیب کی ذمہ داری

اہلِ حدیث امام اور خطیب کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ بات کو بڑے احسن اور اچھے طریقے سے عوام کو سمجھائے۔ لچر اور آوارہ زبان استعمال نہ کرے۔ اگر خطیب کی آوارہ زبان سے کوئی متنفر ہو گیا تو قیامت کے دن اس کا ہاتھ ہوگا اور خطیب کا گریبان ہوگا۔ اس لئے میں چاہتا ہوں بڑے پیارے اور اچھے طریقے سے آپ کے سامنے دلائل پیش کروں۔ اہلِ حدیث کا امام صرف ایک مسجد کا امام اور خطیب نہیں بلکہ ساری کائنات کا خطیب ہے، کیونکہ اس کی دعوت قرآن و حدیث کی دعوت ہے۔

سامعین کی ذمہ داری

آپ بھی خالی ذہن ہو کر خطیب کی بات سنیں۔ حق کی تلاش کے لئے اپنے آپ کو تیار کریں۔ جس طرح سلمان فارسی رضی اللہ عنہ گھر سے حق تلاش کرنے کی غرض سے نکلے۔

"عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ تَدَاوَلَهُ بِضْعَةَ عَشَرَ مِنْ رَبٍّ إِلَى رَبٍّ." "سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں دس کے قریب مالکوں کے پاس ایک سے دوسرے تک پھرتا رہا ہوں۔ (صحیح بخاری:۳۹۴۶)

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَأُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ: ﴿وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ قَالَ قُلْتُ: مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَلَمْ يُرَاجِعْهُ حَتَّى سَأَلَ ثَلَاثًا وَ فِيْنَا سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ، وَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَدَهُ عَلَى سَلْمَانَ ثُمَّ قَالَ: لَوْ كَانَ الْإِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ أَوْ رَجُلٌ مِنْ هَؤُلَاءِ." "سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک روز) ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے تو سورہ جمعہ اتری، جب یہ آیت "اور دوسروں کے لئے بھی ہے جو ابھی ان سے نہیں ملے..." نازل ہوئی تو میں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کون لوگ

ہیں؟ آپ ﷺ نے کچھ جواب نہ دیا، یہاں تک کہ میں نے تین مرتبہ پوچھا اور ہمارے درمیان سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک ان کے سر پر رکھا اور فرمایا: اگر ایمان ثریا (ستارے) کے پاس بھی ہوتا (یعنی بہت ہی دور ہوتا) تو بھی ان اہل فارس میں سے ایک شخص یا کچھ لوگ (راوی کا شک ہے) اس کو حاصل کر لیتے۔ (صحیح بخاری: ۴۸۹۷)

ہدایت چاند پر چلی جائے۔ ہدایت آسمان پر چلی جائے، ہدایت سورج پر بھی جائے، ہدایت پہاڑوں پر بھی جائے، جتنی مرضی دور چلی جائے، اگر حق کے متلاشی بن کر نکلو گے تو ضرور مل جائے گی۔

آیئے قرآن وحدیث کو پڑھیے، اس پر غور فرمایئے۔ اللہ کی قسم! مسلک اہلِ حدیث سچا اور صاف نظر آئے گا۔ اگر قرآن وحدیث قیامت تک باقی رہنے والے ہیں تو لازم ہے ایک گروہ بھی ایسا ہو جو قیامت تک باقی رہے۔ جو ان دو چیزوں کو مضبوطی سے تھامے۔ جو نبی پاک ﷺ امت کو دے کر گئے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إني قد تركت فيكم ما إن اعتصمتم به فلن تضلوا أبدًا: كتاب الله و سنة نبيه ﷺ.))

میں تمھارے درمیان وہ چھوڑ کر جا رہا ہوں جسے اگر تم مضبوطی سے پکڑو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے: اللہ کی کتاب اور اس کے نبی ﷺ کی سنت۔ (المستدرک للحاکم ۱/۹۳ ح ۳۱۸ وسندہ حسن)

آیئے غور کیجیے!

سچے کون؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ (التوبہ: ۱۱۹)

جو گروہ سچا ہے اس کے ساتھ مل جاؤ، سچا کون ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔ (البقرہ:۱۱۱)

دلیل قرآن ہے، دلیل محمد رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے۔ جس مسلک اور نظریے کے پاس یہ دو دلیلیں ہوں گی وہ مسلک اور نظریہ سچا ہوگا۔

میں کہتا ہوں میرے مسلک میں ہر نظریے کے بارے ہر عمل کے بارے میں دلائل موجود ہیں، میرے مسلک نے اگر اللہ تعالیٰ کو عرش پر بلند مانا ہے تو دلیل کیا ہے؟

﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ رحمٰن عرش پر مستوی ہوا۔ (طٰہٰ:۵)

پہلے دلیل ہے پھر مسلک ہے۔

اگر میرے مسلک نے محمد رسول اللہ ﷺ کو بشر مانا ہے تو دلیل کیا ہے:

﴿قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ کہہ دیجئے! میں بشر ہوں تمھارے جیسا۔ (الکہف:۱۱۰)

میرے مسلک کا عقیدہ ہے اللہ کے علاوہ کوئی نفع ونقصان کا مالک نہیں۔

دلیل کیا ہے؟

﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَا سْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَ مَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾

کہہ دیجئے! میں نہ اپنی جان کے کسی نفع کا مالک ہوں اور نہ نقصان کا مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بھلائیوں میں سے بہت زیادہ حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی، میں تو اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ ایک ڈرانے والا ہوں اور خوشخبری دینے والا ہوں، ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔ (الاعراف:۱۸۸)

﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾

کہہ دیجئے! میں اپنی ذات کے لئے نہ کسی نقصان کا مالک ہوں اور نہ کسی نفع کا مگر جو اللہ چاہے۔ ہر امت کے لئے ایک وقت ہے، جب ان کا وقت آ جاتا ہے تو وہ نہ ایک گھڑی

پیچھے رہتے ہیں اور نہ آگے بڑھتے ہیں۔(یونس:۴۹)

اہلِ حدیث کا عقیدہ ہے اللہ کے علاوہ کوئی عالم الغیب نہیں۔ دلیل کیا ہے؟

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ﴾ کہہ دیجئے! اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے غیب نہیں جانتا اور وہ شعور نہیں رکھتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔(النمل:۶۵)

اہلِ حدیث کا عقیدہ ہے قبر پکی نہ بنائی جائے۔ قبر کا طواف نہ کیا جائے۔ قبر پر نذر و نیاز نہ دی جائے۔ قبر پر مجاور بن کر نہ بیٹھا جائے، قبر پر چراغ جلانا حرام ہے۔ اہلِ حدیث اس کے پورے دلائل رکھتا ہے۔ کوئی شخص آئے ہم اسے قرآن و حدیث کے مکمل دلائل دکھاتے ہیں۔

"عَنْ أَبِي مَرْثَدٍ الْغَنَوِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا تَجْلِسُوْا عَلَى الْقُبُوْرِ وَ لَا تُصَلُّوْا إِلَيْهَا." سیدنا ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہ قبر پر بیٹھو اور نہ اس کی طرف نماز پڑھو۔(صحیح مسلم:۹۷۲)

"عَنْ أَبِي الْهَيَّاجِ الْأَسَدِيِّ قَالَ قَالَ لِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ: أَلَا أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ لَا تَدَعَ تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتَهُ وَ لَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ." ابو الہیاج اسدی کہتے ہیں کہ مجھ سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تمھیں اس کام کے لئے بھیجتا ہوں جس کام کے لئے مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا کہ ہر تصویر کو مٹا دو اور ہر اونچی قبر کو (زمین کے) برابر کر دو۔(صحیح مسلم:۹۶۹)

"عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ وَ أَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ وَ أَنْ يُبْنَى عَلَيْهِ." سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبر کو پختہ کرنے، اس پر بیٹھنے (مجاوری کرنے) اور اس پر عمارت (گنبد وغیرہ) بنانے سے منع فرمایا ہے۔(صحیح مسلم:۹۷۰)

اہلِ حدیث نماز میں سینے پر ہاتھ باندھتا ہے۔ اہلِ حدیث نماز میں رفع الیدین کرتا ہے۔ اہلِ حدیث امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے۔ آیئے ہم سے مطالبہ کیجئے، ان کے

دلائل کیا ہیں؟ ہم آپ کے سامنے ان باتوں کے دلائل پیش کرتے ہیں۔قرآن وحدیث کے واضح دلائل سے ہمارا موقف صحیح اور درست ثابت ہوگا۔

لیکن اس کے برخلاف دنیا میں جتنے بھی گروہ اور فرقے ہیں وہ اپنے نظریے قرآن و حدیث سے پیش نہیں کر سکتے۔لڑائی نہیں،فساد نہیں، بڑے پیار سے ہم پوچھتے ہیں: اپنا کلمہ ثابت کرو: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدُ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِیٌّ وَّلِیُّ اللّٰه. جو یہ کلمہ پڑھتا ہے وہ اسے اپنی کتابوں سے ثابت کرے۔امام علی،امام حسن، امام حسین رضی اللہ عنہم نے اس کلمہ کو پڑھا ہو۔ امام باقر، امام تقی، امام موسیٰ کاظم نے یہ کلمہ پڑھا ہو۔نہیں پیش کرسکتا۔نظریہ رکھے گا۔عمل کرے گا،لیکن دلیل پیش نہیں کر سکے گا۔گھوڑے کی پوجا کرے گا، دلیل نہیں رکھے گا۔حسین کو پوجے گا لیکن دلیل پیش نہیں کرے گا۔میدانِ کربلا کی مٹی پیشانی کے نیچے رکھ کر سجدہ کرے گا لیکن دلیل پیش نہیں کرے گا۔عرس کرے گا دلیل پیش نہیں کرے گا۔روزہ رکھنے کی دعا پڑھے گا دلیل پیش نہیں کرے گا۔نکاح کے وقت دولھا سے چھ کلمے پڑھائے گا لیکن دلیل پیش نہیں کرے گا۔ باقی سب گروہ اور فرقے عقیدہ رکھتے ہیں عمل کرتے ہیں لیکن دلیل پیش نہیں کرتے۔اہلِ حدیث جو عقیدہ رکھتا ہے اور عمل کرتا ہے اس کی دلیل قرآن و حدیث سے پیش بھی کرتا ہے۔اہلِ حدیث دنیا پر اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے۔

محمد رسول اللہ ﷺ کے امین ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: **((إني قد تركت فيكم ما إن اعتصمتم به فلن تضلوا أبدًا: كتاب الله و سنة نبيه ﷺ.))**

میں تمھارے درمیان وہ چھوڑ کر جا رہا ہوں جسے اگر تم مضبوطی سے پکڑو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے: اللہ کی کتاب اور اس کے نبی ﷺ کی سنت۔ (المستدرک للحاکم ۱/۹۳ ح ۳۱۸ وسندہ حسن)

کون ہے وہ گروہ جو ہر چوک پر، ہر چوراہے پر اعلان کر رہا ہے، اہلِ حدیث کے دو اصول: ﴿اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ (سورۂ محمد: ۳۳)

اور وہ گروہ کون ہے۔جس نے دو کے مقابلے میں کسی تیسری چیز کو سینے سے لگایا ہے؟ دو میں سے ایک یا دونوں کو چھوڑا ہے؟

تنبیہ: ان دو دلیلوں سے صحیح اجماعِ امت اور جائز اجتہاد کا ثبوت ملتا ہے، لہٰذا اہلِ حدیث ان دلیلوں کا بھی انکار نہیں کرتے۔قرآن مانتے ہیں، حدیث مانتے ہیں، اجماعِ امت مانتے ہیں اور سلف صالحین کے آثار کی روشنی میں اجتہاد کو جائز سمجھتے ہیں، لیکن یاد رکھیں کہ اہلِ حدیث کتاب وسنت کے صریح خلاف کسی کی بات نہیں مانتے۔

اماموں کو ماننا

ایک شخص مجھے کہنے لگا: کیا آپ اماموں کو نہیں مانتے؟

میں نے کہا: کون سے اماموں کو؟

وہ کہنے لگا: امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل اور امام ابوحنیفہ کو۔ میں نے کہا: بالکل ان کو مانتا ہوں۔ وہ کہنے لگا: آپ کیسے مانتے ہیں؟ میں نے کہا: بالکل اسی طرح مانتے ہیں جس طرح آپ مانتے ہیں۔ کہنے لگا: وہ کیسے؟ میں نے کہا: آپ امام ابوحنیفہ کو مانتے ہیں؟ کیا دوسروں کو بھی مانتے ہیں؟ کہنے لگا: بالکل مانتے ہیں۔ میں نے کہا: دوسروں کو کیسے مانتے ہیں؟ وہ کہنے لگا: امام شافعی کو مانتے ہیں، لیکن تقلید نہیں کرتے، امام مالک کو مانتے ہیں، تقلید نہیں کرتے، امام احمد بن حنبل کو مانتے ہیں، لیکن تقلید نہیں کرتے۔

میں نے کہا: تیری بات سمجھ میں آگئی کہ اماموں کو تقلید کے بغیر بھی مانا جا سکتا ہے۔

تُو امام شافعی کو مانے بغیر تقلید کے اور تیرے ماننے میں کوئی فرق نہ آئے۔

تُو امام مالک کو مانے بغیر تقلید کے اور تیرے ماننے میں کوئی فرق نہ آئے۔

تُو امام احمد بن حنبل کو مانے بغیر تقلید کے اور تیرے ماننے میں کوئی فرق نہ آئے۔

میں اگر امام ابوحنیفہ کو بغیر تقلید کے مانوں تو میرے ماننے میں فرق کیسے آئے؟

جس طرح تُو سب کو مانتا ہے، لیکن تقلید صرف ایک کی کرتا ہے۔ اسی طرح میں بھی سب کو مانتا ہوں اور اتباع صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی کرتا ہوں، پھر میں نے اس سے کہا: کیا سب امام حق پر ہیں۔ وہ کہنے لگا: سب حق پر ہیں۔ میں نے کہا: پھر آپ لوگوں نے

رفع الیدین کے ترک پر کتاب کیوں لکھی؟

وہ کہنے لگا: میں آپ کی بات نہیں سمجھا۔

میں نے کہا: امام شافعی حق پر تھے اور رفع یدین کرتے تھے۔آپ نے رفع الیدین کے ترک پر کتاب لکھی،اس کا مطلب ہے آپ نے حق کے خلاف کتاب لکھی۔

امام شافعی آمین کہتے تھے۔امام شافعی فاتحہ پڑھتے تھے۔آپ ان کو حق پر بھی مانتے ہیں اور ان سے اختلاف بھی کرتے ہیں،اس کا مطلب ہے آپ حق سے اختلاف کرتے ہیں۔

عجیب بات ہے۔امام مالک رفع الیدین کریں،تو انھیں حق پر تسلیم کرے۔

امام احمد بن حنبل رفع الیدین کریں،تُو انھیں حق پر تسلیم کرے۔

امام شافعی رفع الیدین کریں،تُو انھیں حق پر تسلیم کرے۔

امام بخاری رفع الیدین کریں،تُو انھیں حق پر ماننے اور احترام بھی کرے۔

امام ابو داود، امام ترمذی ، امام نسائی، حتیٰ کہ پیر عبدالقادر جیلانی رفع الیدین کریں آپ انھیں حق پر مانیں اور ان کا احترام بھی کریں، انھیں اللہ کا ولی بھی مانیں ، اگر ہم رفع الیدین کریں تو پھر ہم سے کیوں لڑتے ہو؟

اہلِ حدیث کا جرم کیا ہے؟

اہلِ حدیث کا قصور کیا ہے؟

کوئی ایک عمل بتاؤ جو اہلِ حدیث نے اپنی طرف سے بنایا ہو،کوئی نظریہ کوئی عقیدہ پیش کرو جو اہلِ حدیث نے اپنی طرف سے بنایا ہو۔

جبکہ ہر فرقے اور گروہ کے بیسیوں مسائل میں اسی منبر پر کھڑے ہو کر بیان کر سکتا ہوں جو انھوں نے خود بنائے ہیں۔

خود ساختہ اذکار، خود ساختہ وظیفے، خود ساختہ اعمال، خود ساختہ عقائد اور افکار موجود ہیں۔

اگر بدعات سے پاک اور صاف عقیدہ ہے تو وہ صرف اہلِ حدیث کا ہے۔

نہر اور سمندر کی مثال

ایک شخص کہنے لگا: ہمارا تمھارا فرق یہ ہے کہ ہم نہر سے پانی پیتے ہیں اور آپ ڈریکٹ سمندر سے پانی پیتے ہیں۔ حنبلی، شافعی، مالکی، حنفی، یہ سب نہریں ہیں۔ سہروردی، قادری، چشتی، نقشبندی، یہ پھر نالے ہیں۔ ان سب کا مرکز ایک ہے۔ سمندر ایک ہے یعنی محمد ﷺ ہیں، لہٰذا ان سب کا پانی پینا چاہیئے۔

میں نے کہا: اگر یہ سب نہریں ایک دریا سے نکلی ہیں تو پھر ان کا ذائقہ ایک کیوں نہیں؟ شافعی نہر کا ذائقہ اور ہے، حنبلی نہر کا ذائقہ اور ہے، مالکی نہر کا ذائقہ اور ہے۔ حنفی نہر کا ذائقہ اور ہے، ان کا ذائقہ کیوں نہیں ملتا۔

دو ہی صورتیں ہیں یا یہ نہریں ایک دریا سے نکلی نہیں یا راستے میں کہیں سے ملاوٹ ہو گئی ہے؟ شریعت کا مسئلہ ہے پانی کا ذائقہ بدل جائے، رنگ بدل جائے یا بُو بدل جائے تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔

لہٰذا ہم کہتے ہیں: سب نہروں کا پانی پیو، لیکن دریا کے ذائقے سے ملا کر پیو۔ نہروں کی صفائی کر کے پیو۔ اصل ذائقہ نکال کر پیو۔

اہلِ حدیث کا بچہ بچہ ان نہروں کی صفائی کرتا رہے گا۔ جب تک ان نہروں کا ذائقہ دریا کے ذائقے سے نہیں ملے گا۔ ہم ان شاء اللہ صفائی کرتے رہیں گے۔

ہمارے امام محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ جو معصوم عن الخطاء ہیں، لہٰذا ہمارے مذہب میں بھی خطا نہیں کیونکہ ہمارے امام میں خطا نہیں۔ تیرے امام خطا سے پاک نہیں۔ تیرے امام سے غلطی ہوتی ہے، لہٰذا تیرے مسلک میں بھی غلطی ہے۔ تیرا مسلک بھی درست اور صحیح نہیں۔

میرے امام سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ وہ اپنی مرضی سے نہیں بولتے، بلکہ جب بولتے ہیں تو اللہ کی مرضی سے بولتے ہیں۔ اللہ کے حکم سے بولتے ہیں۔

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ اور نہ وہ اپنی خواہش سے بولتا

ہے۔وہ تو صرف وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔ (النجم:۳۔۴)

دوسرے سب امام جب بولتے تھے اپنی مرضی سے بولتے تھے۔

امام شافعی بولتے تھے اپنی مرضی سے بولتے تھے،لکھاتے تھے۔اپنی مرضی سے لکھاتے تھے۔

امام احمد بن حنبل بولتے تھے اپنی مرضی سے،لکھاتے تھے اپنی مرضی سے۔

امام مالک بولتے تھے اپنی مرضی سے،لکھاتے تھے اپنی مرضی سے۔

امام حسین بولتے تھے اپنی مرضی سے۔

امام کاظم بولتے تھے اپنی مرضی سے۔

امام تقی،بولتے تھے اپنی مرضی سے۔

امام حسن عسکری بولتے تھے اپنی مرضی سے،صرف ایک ہی ہستی ہے وہ جب بھی بولتے تھے تو اللہ کی مرضی سے بولتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى o مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَ مَا غَوٰى o وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى o اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾

قسم ہے تارے کی جب گرے۔ بہکا نہیں تمھارا رفیق اور نہ بے راہ چلا اور نہ وہ اپنی خواہش سے بولتا ہے۔وہ تو صرف وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔ (النجم:۱۔۴)

[باقی آئندہ شمارے میں۔ان شاءاللہ]

اطلاع

سنن دارمی وغیرہ میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ ایک حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مسجد میں ذکر بالجہر کرنا اہلِ بدعت کا کام ہے۔سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایسے مبتدعین کو مسجد سے نکال دیا تھا۔

اس حدیث کی مفصل تحقیق کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو:۹۵

حافظ ندیم ظہیر

ساتویں دن کے بعد عقیقے کی شرعی حیثیت

الحمد للّٰہ ربّ العلمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ رسولہ الأمین ، أما بعد:

اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ بچے کی ولادت کے بعد ساتویں دن عقیقہ کرنا مسنون اور افضل ہے۔ اختلاف اس امر میں ہے کہ آیا ساتویں دن کے بعد بھی عقیقہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ ہمارے علم کے مطابق کسی ایک حدیث میں بھی ساتویں دن کے بعد عقیقہ کرنے سے منع نہیں کیا گیا۔ جتنے بھی علماء ساتویں دن کے بعد عقیقے کو غیر صحیح قرار دیتے ہیں، وہ دلیل میں ان احادیث کا مفہوم مخالف پیش کرتے ہیں جن میں غلام کے عقیقے کا تذکرہ ہے۔ اور یہ واضح ہے کہ نص کے مقابلے میں مفہوم مخالف کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

۱) امام طبرانی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''حدثنا أحمد قال: حدثنا الهيثم قال: حدثنا عبد الله عن ثمامة عن أنس :أن النبي (صلی اللہ علیہ وسلم) عق عن نفسه بعد ما بعث نبيًّا'' سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بلاشبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی مبعوث ہونے کے بعد اپنی طرف سے عقیقہ کیا تھا۔ (المعجم الاوسط للطبرانی ۲/ ۳۵۱ ح ۱۸۳۳ ، وسندہ حسن ، مشکل الآثار للطحاوی ۳/ ۴۶ ح ۸۸۳، المختارۃ للمقدسی ۲/ ۳۵۱ ح ۱۸۳۳، المحلی لابن حزم ۷/ ۵۲۸، کتاب العیال لابن ابی الدنیا: ۶۶)

اس حدیث کو علماء کی ایک جماعت نے (مختلف سندوں کے ساتھ) بیان کیا ہے اور کسی نے اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص قرار نہیں دیا، بلکہ بعض کے نزدیک روایت کی سند میں ضعف تھا، اس بنا پر اسے لائق التفات نہیں جانا۔

ہم پورے شرح صدر سے لکھ رہے ہیں کہ اگر ان جلیل القدر علماء کو اس حدیث کا صحیح یا حسن ہونا معلوم ہوجاتا تو وہ ضرور اس سے استدلال کرتے۔ واللہ اعلم

☆ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر ان الفاظ کے ساتھ باب باندھا ہے:

''... وهل على الوجوب أو على الاختيار'' جس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام طحاوی

کے نزدیک یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ عام ہے۔

☆ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''فلما احتمل المعنيين وجب علی أهل العلم أن لا يحملوها علی خاص دون عام إلا بدلالة: من سنة رسول اللّٰه، أو إجماع علماء المسلمين.'' جب دو معنوں کا احتمال ہو تو اہل علم پر واجب ہے کہ اسے عام کے علاوہ خاص پر محمول نہ کریں، لیکن دلیل کے ساتھ (اور وہ دلیل) رسول اللہ ﷺ کی سنت یا علمائے اسلام کے اجماع سے ہو۔ (الرسالہ ص ۳۲۲)

اس حدیث کے بارے میں خاصیت کا شوشہ چھوڑنے والوں سے عرض ہے کہ سنت یا اجماع میں سے آپ کے پاس کون سی دلیل ہے؟

☆ اس حدیث سے علماء کی ایک جماعت نے استدلال کیا ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی (متوفی ۴۵۰ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وليس يمتنع أن يعق الكبير عن نفسه.'' اس میں کوئی چیز مانع (رکاوٹ) نہیں ہے کہ آدمی بڑی عمر میں اپنا عقیقہ کر لے۔ علامہ ماوردی نے یہ استدلال ہماری درج بالا حدیث سے ہی کیا ہے۔ دیکھئے الحاوی الکبیر (۱۵/ ۲۹۵)

اس سے ان لوگوں کا اعتراض باطل ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ ''حافظ ابن حزم رحمہ اللہ سے پہلے بھی کوئی اہلِ علم بڑی عمر میں عقیقے کے جواز کا فتویٰ نہیں دیتا تھا۔''

(دیکھئے ماہنامہ السنۃ جہلم شمارہ ۴۲ ص ۳۶۔۳۷)

بعض نے یہ لکھ کر کہ ''آج تک اہل علم دلائل کے ساتھ بڑی عمر میں عقیقے کو ناجائز قرار دیتے رہے۔'' مبالغہ آرائی کی حد کر دی ہے۔

بڑی عمر میں عقیقہ کرنے کے بارے میں عرب علماء کی فتویٰ کمیٹی نے لکھا ہے:

''حنابلہ اور فقہاء کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ ساتویں دن کے بعد بھی عقیقہ کیا جائے خواہ ایک مہینہ یا ایک سال یا ولادت کے بعد اس سے بھی زیادہ مدت گزر چکی ہو کیونکہ احادیث کے عموم سے یہی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت

کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنا عقیقہ بعثت کے بعد کیا تھا اور زیادہ احتیاط بھی اسی میں ہے۔" (فتاویٰ اسلامیہ ۲/۴۲۶)

ماضی قریب میں سعودی عرب کے مفتی اعظم علامہ عبدالعزیز ابن باز رحمہ اللہ بھی بڑی عمر میں عقیقے کو جائز قرار دیتے تھے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:" **و یعق الکبیر عن نفسه إذا لم یعق عنه أبوه ، جوزه طائفة.**" بڑی عمر میں اپنا عقیقہ کرنا جبکہ اس کے والد نے اس کی طرف سے عقیقہ نہ کیا ہو، ایک جماعت اسے جائز قرار دیتی ہے۔

(المستدرک علی مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ۳/۲۰۲ مختصر الفتاویٰ:۵۲۲)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی عبارت سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ ان کے دور سے پہلے یا ان کے دور میں ایک جماعت موجود تھی جو بڑی عمر میں عقیقے کے جواز کی قائل تھی۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے کی کوئی تردید نہیں کی، البتہ حدیث انس رضی اللہ عنہ کے بارے میں "**فیه نظر**" کہا ہے جو یہاں چنداں مُضر نہیں۔

جس شخص کا عقیقہ رہ گیا ہو، اس کے بارے میں علامہ نووی فرماتے ہیں:" **وهو مخیر في العقیقة عن نفسه.**" وہ اپنا عقیقہ کرنے میں اختیار رکھتا ہے۔ (روضۃ الطالبین ۳/۲۲۹)

نیز ایک عبارت کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:" **ولیس فیه نفي عقه عن نفسه. واللہ أعلم**" اور اس میں اپنی طرف سے عقیقہ کرنے کی نفی نہیں ہے۔ واللہ اعلم (حوالہ مذکورہ)

حافظ ابن حزم رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث سے یہی استنباط کیا ہے کہ ساتویں دن کے بعد بھی عقیقہ ہوسکتا ہے۔ (دیکھئے المحلیٰ ۶/۲۲۶)

تنبیہ: بعض لوگ حافظ ابن حزم رحمہ اللہ کے استدلال کو تو درخور اعتناء نہیں سمجھتے، لیکن علامہ نووی اور حافظ ابن حجر کے احتمال کو سینے سے لگا کر حدیثِ انس رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کے ساتھ خاص کرنے کے درپے ہیں!! حالانکہ عام طلبا بھی جانتے ہیں کہ احتمال دلیل نہیں ہوتا، نیز ہماری گزشتہ سطور کا ازسرنو مطالعہ کیا جائے تو اس احتمال کا پول بھی کھل جائے گا۔ (ان شاء اللہ)

۲) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((کل غلام مرتھن بعقیقته.))

ہر بچہ اپنے عقیقے کی بنا پر رہن رہتا ہے۔ (منتقیٰ ابن الجارود: ۹۱۰ وسندہ حسن)

ابن ہانی نے کہا: میں نے ابوعبداللہ (امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ) سے نبی ﷺ کی حدیث: ((الغلام مرتھن بعقیقته.)) کے بارے میں پوچھا، اس سے کیا مراد ہے؟ انھوں نے فرمایا: جی ہاں! نبی ﷺ کی یہ سنت ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری (عقیقہ کی جائے) اگر اس کا عقیقہ نہ کیا گیا ہو تو وہ اپنے عقیقے کی وجہ سے گرفتار رہتا ہے حتیٰ کہ اس کا عقیقہ کر دیا جائے۔ (مسائل ابن ہانی ۲/۱۳۰، فقرہ: ۱۷۳۶)

اس اثر سے ثابت ہوا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ''حدیث مرتہن'' کی رُو سے ساتویں دن کے بعد بلکہ اکیسویں دن کے بعد بھی عقیقہ کرنے کے قائل تھے، لہٰذا جو لوگ اسے ''ظاہری نظریہ'' کہتے ہیں، ان کا قول شاذ ہے۔

ساتویں دن کے بعد عقیقہ کرنے کے بارے میں آثارِ صحیحہ

۱) حسین (بن ذکوان) المعلم سے روایت ہے کہ میں نے عطاء (بن ابی رباح) سے عقیقے کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: بچے کی طرف سے دو بکریاں اور بچی کی طرف سے ایک بکری ہے، اگر میسر ہو تو ساتویں دن ذبح کی جائے اور اگر نہ ہو سکے تو چودھویں دن اور اگر (اس میں بھی) نہ ہو سکے تو اکیسویں دن (ذبح کی جائے۔)

(کتاب العیال لابن ابی الدنیا ص ۲۸ ح ۶۱ وسندہ صحیح)

۲) امام صالح بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: ''وکان یستحب لمن عق عن ولده أن یذبح عنه یوم السابع فإن لم یفعل ففی أربع عشرة فإن لم [یفعل] ففی احدی و عشرین.'' اور آپ (امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ) اپنی اولاد میں سے جس کا عقیقہ کرتے تو یہ پسند کرتے کہ ساتویں دن کیا جائے، پھر اگر ایسا نہ ہو تو چودھویں دن، اور اگر یہ (بھی) نہ ہو تو اکیسویں دن۔ (مسائل صالح بن احمد ۲/۳۱۰، فقرہ: ۷۸۳)

۳) امام اسحاق بن راہویہ نے فرمایا: ”ساتویں دن عقیقہ کیا جائے اور اگر میسر نہ ہوتو چودھویں دن اور اگر (اس میں بھی) میسر نہ ہوتو اکیسویں دن اور یہ سب سنت ہے۔“

(مسائل الامام احمد واسحاق، روایۃ الکوسج ۲/ ۳۵۶فقرہ:۲۷۹۰)

۴) حافظ ابن قیم رحمہ اللہ بھی ساتویں دن کے بعد عقیقے کو جائز قرار دیتے تھے۔

(دیکھئے تحفۃ المودود باحکام المولود ص ۴۹)

۵) موسیٰ بن احمد بن موسیٰ بن سالم المقدسی (متوفی ۹۶۸ھ) لکھتے ہیں:

”فإن فات ففي أحد و عشرين ولا تعتبر الأسابيع بعد ذلك فيعق بعد ذلك في أي يوم أراد ولا تختص العقيقة بالصغير“

پھر اگر (چودہویں دن) نہ ہوسکے تو اکیسویں دن (عقیقہ کرنا چاہئے) اور اس کے بعد ہفتوں کا کائی اعتبار نہیں، لہٰذا جس دن چاہے عقیقہ کرلے اور عقیقہ چھوٹے کے ساتھ مخصوص نہیں۔

(الاقناع فی فقہ الامام احمد ۱/ ۴۱۱، شاملہ)

دور حاضر کے معروف عرب عالم الشیخ عبدالمحسن العباد حفظہ اللہ، بڑی عمر میں عقیقے کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: ”فلا مانع من ذلك.“ عقیقہ کرنے میں کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ (شرح سنن ابی داود ۱۵/ ۲۶۰)

تنبیہ: واضح رہے کہ چودھویں دن یا اکیسویں دن یا پھر اس کے بعد عقیقہ کرنا حدیث انس رضی اللہ عنہ کی روشنی میں بالکل صحیح ہے اور اس موقف کو مرجوح کہنا غلط ہے۔

الحاصل: نصوص شرعیہ اور فہم سلف کی روشنی میں یہ مسئلہ روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ اگر کوئی ساتویں دن عقیقہ نہ کرسکے تو اس کے بعد جب اسے میسر ہو عقیقہ کرسکتا ہے۔

والحمدللہ

آخر میں اہل علم وقلم سے مودبانہ گزارش ہے کہ جب کسی مسئلے کے دو پہلو ہوں تو کسی بھی وجہ سے دوسرے پہلو کو یکسر نظر انداز کر کے اختلاف کا دروازہ نہیں کھولنا چاہئے بلکہ حتی الوسع تطبیق کی راہ ہموار کرنی چاہئے۔ وما علینا إلا البلاغ

مولانا عبدالرحمٰن ضیاء حفظہ اللہ

صحیح مسلم کی ایک حدیث میں تحریف کا علمی جائزہ

یہ بات جان لیں کہ جس شخص نے بھی رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھا، خواہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہو یا آپ ﷺ کی وفات کے بعد کسی زمانہ میں ہو، اللہ تعالیٰ نے اس کا پردہ نہیں رہنے دیا، بلکہ اسکا حال لوگوں کے سامنے ضرور واضح کر دیا۔ آپ ﷺ پر جھوٹ باندھنا چاہے آپ ﷺ کی حدیث مبارکہ میں تحریف وتبدیلی کر کے ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ محدث سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ **مَاسَتَرَ اللّٰهُ أَحَدًا يَكْذِبُ فِي الْحَدِيْثِ** یعنی جو بھی حدیث میں کذب بیانی کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی نہیں کی۔ محدث عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **لَوهَمَّ رَجُلٌ فِي السَّحَرِ أَن يَّكْذِبَ فِي الْحَدِيْثِ، لَأَصْبَحَ وَ النَّاسُ يَقُوْلُوْنَ: فُلَانٌ كَذَّابٌ** یعنی اگر کوئی شخص سحری کے وقت حدیث شریف میں جھوٹ بولنے کا قصد کرلے تو صبح کے وقت ہی لوگ یہ کہہ رہے ہوں گے کہ فلاں (حدیث میں جھوٹ بولنے والا) شخص کذاب ہے۔ (دیکھیں شرح العقیدۃ الطحاویۃ از علامہ ابن ابی العز الحنفی ص ۵۰۲ بتحقیق وتعلیق ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن ترکی اور شعیب الأرنؤوط)

حال ہی میں ۶۶۰ صفحات پر مشتمل ''گستاخ کون؟'' (راولپنڈی میں ہونے والا تاریخی مناظرہ) نامی ایک کتاب چھپی ہے جو ''مفتی'' محمد حنیف قریشی بریلوی اور سید طالب الرحمٰن شاہ کے مابین مناظرہ پر مشتمل ہے اور سید امتیاز حسین شاہ کاظم ضیائی بریلوی نے ترتیب دی ہے اور کاظمی ضیائی صاحب نے اس کتاب کے مختلف مقامات پر ضروری حاشیہ جات بھی لگائے ہیں اور یہ اکثر حاشیہ جات بھی ان کے مناظر مفتی محمد حنیف قریشی بریلوی کے افادات ہی سے ہیں جیسا کہ اس کی وضاحت انھوں اسی کتاب کے ص ۴۰ پر خود کی ہے۔

اب یہ بات تو اہلِ علم وتحقیق کو بخوبی معلوم ہی ہے کہ فی زمانہ قبر پرست لوگ بزرگوں کی قبروں پر لاکھوں کروڑوں کے جو قبے اور مزارات تعمیر کرتے ہیں کتاب وسنت میں ان کی

کوئی دلیل نہیں، جو مزار یا دربار تعمیر کیے جاتے ہیں ان کا اصل مقصد تو یہ ہوتا ہے کہ لوگ دور دور سے ان کے نیچے بنی ہوئی قبروں میں مدفون بزرگوں سے مرادیں مانگنے، مشکلات حل کرانے کی خاطر چڑھاوے چڑھانے اور نذرانے پیش کرنے کے لئے حاضری دیں۔ اسی لئے ان پر سالانہ عرس بھی منائے جاتے ہیں تاکہ ان کی سرپرستی کرنے والے گدی نشین مال ودولت سے مالا مال ہوں۔

اسی لئے ان درباروں، مزاروں کے تحفظ کی خاطر کئی ایک جھوٹ بولے جاتے ہیں اور عوام الناس کی آنکھوں میں دھول ڈالی جاتی ہے اور انہیں اصل حقائق سے در پردہ ہی رکھا جاتا ہے۔ انھیں یہ بتایا ہی نہیں جاتا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے کسی فرمان سے ثابت نہیں، نہ ہی کسی صحابی سے ثابت ہیں اور نہ ہی تابعین سے، حتیٰ کہ ائمہ اربعہ مالک، ابوحنیفہ، شافعی اور احمد رحمہم اللہ سے بھی ان کا ثبوت نہیں ملتا۔

لیکن صد افسوس کہ ان درباروں، مزاروں کو ثابت کرنے اور انہیں اسلام کا حصہ قرار دینے کی خاطر اس عظیم ہستی پر جھوٹ باندھتے بھی شرم نہیں کی جاتی، جس نے یہ فرمایا ہے:

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقعَدَه مِنَ النَّارِ. ''جو کوئی مجھ پر عمداً جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔''

چنانچہ اسی کتاب ''گستاخ کون؟'' کے ص ۱۵۸۔۱۵۹ پر رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارکہ میں تحریف وتبدیلی کرتے ہوئے مزار ودربار بنانے کی دلیل مہیا کرتے ہوئے کاظمی ضیائی صاحب لکھتے ہیں:

مسلم شریف جلد اول ص ۱۱۷ پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں: خَطَبَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَأَسنَدَ ظهره إلى قبه آدم فقال: ألا لا يدخل الجنة الا نفس مسلمة .

رسول اللہ ﷺ نے قبہ آدم علیہ السلام کے ساتھ ٹیک لگا کر (ہمیں) خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا: آگاہ رہو کہ جنت میں سوائے مسلمان کے کوئی داخل نہیں ہوسکتا۔ (الحدیث)

پھر کہتے ہیں: اس سے ثابت ہوا کہ قبہ گرانا واجب نہیں۔ اگر قبہ گرانا واجب ہوتا تو رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرمانے سے پہلے اس قبہ کو گرانے کا حکم ارشاد فرماتے۔ (ص ۱۵۹)

اصل حقیقت: لفظِ قُبّہ: ہم کہتے ہیں کہ لفظ قُبّہ کا معنی (چھوٹا خیمہ جو اوپر سے گول ہو) بھی ہے۔ چنانچہ عربی لغت کی مشہور کتاب المعجم الوسیط میں ہے: "**أعلاها مستدير خيمة صغيرة**" یہ عرب کے اندر عام تھا اور وہ سفر وحضر میں بنالیا کرتے تھے۔ مسجدِ نبوی کے اندر بھی بنالیا جاتا تھا۔ (مادہ: قبب) عرب لوگ حج کے ایام میں منیٰ وعرفات وغیرہ میں بنالیا کرتے تھے۔ یہ خیمہ چمڑے اور کپڑے وغیرہ سے بنایا جاتا تھا۔ لفظِ قبّہ بمعنیٰ خیمہ کئی ایک احادیث میں وارد ہوا ہے۔ مثلاً: صحیح بخاری میں ہے کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے مسجد میں اعتکاف بیٹھنے کی اجازت مانگی تو آپ نے اجازت مراحمت فرمائی۔ **فَضَرَبَت فِيهِ قُبَّةً** تو انھوں نے مسجد میں ایک قبّہ یعنی چھوٹا سا خیمہ لگالیا۔ پھر ام المومنین حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہا کو پتہ چلا تو انھوں نے بھی (**ضَرَبَت قُبَّةً**) ایک چھوٹا سا خیمہ لگالیا، اسی طرح ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا نے بھی ایک خیمہ لگالیا، آپ ﷺ نے جب فجر کی نماز پڑھائی **اَبصَرَ اَربَعَ قِبَابٍ** تو مسجد میں چار خیمے دیکھے۔ الخ

(صحیح بخاری، کتاب الاعتکاف، باب الاعتکاف فی شوال، حدیث: ۲۰۴۱)

اس بات کی دلیل کہ اس حدیث میں وارد لفظ قُبّہ یا قِبَاب کا معنی چھوٹا خیمہ ہی ہے، یہ ہے کہ اسی حدیث پر امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب بھی منعقد کیا ہے: (**بَابُ الأَخبِيَةِ فِي المَسجِدِ**. مسجد میں خیمے لگانے کا بیان۔ یعنی اعتکاف کے لئے) اس حدیث میں قُبّہ کی جگہ پر اس کے راوی امام مالک نے خِبَاء (خیمہ) کا لفظ استعمال کیا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ یہ حدیث (باب اعتکاف النساء) میں بھی لائے ہیں، اس میں اس کے راوی حماد بن زید نے بھی قبہ کی جگہ خباء کا لفظ ہی استعمال کیا ہے بلکہ ان دونوں یعنی امام مالک اور حماد بن زید نے قبّہ کی جمع قِباب کی جگہ اَخبِیَہ یعنی خِبَاء کی جمع کا لفظ استعمال کیا ہے جو کہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس حدیث میں وارد لفظ (قبّہ) کا معنی چھوٹا خیمہ ہی

ہے۔

اسی طرح ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے منیٰ میں ایک ترکی قُبّہ (یعنی چھوٹا خیمہ) لگا دیا گیا تھا تاکہ وہ عام لوگوں سے حجاب میں رہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری میں یہ الفاظ (هِيَ فِي قُبَّةٍ تُرکِيَّةٍ لَهَا) ہیں کہ وہ اپنے ترکی خیمہ میں تھیں۔

(صحیح بخاری، کتاب الحج، باب طواف النساء مع الرجال، حدیث: ۱۶۱۸)

ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رَأَيتُ قُبَّةً حمراَ مِن اَدَمٍ لِرَسُوْلِ اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم) کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لگایا گیا چمڑے کا سرخ رنگ کا چھوٹا سا خیمہ دیکھا۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۸)

ایک صحابی کا بیان ہے: (دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ نَحنُ فِي قُبَّةٍ فِي مَسجِدِ المَدِينَةِ الخ)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے جبکہ ہم مدینہ کی مسجد میں ایک قبہ (خیمہ) میں تھے۔''

(نسائی، کتاب تحریم الدم، باب نمبر ۱، حدیث: ۳۹۸۰)

یہی وجہ ہے کہ کاظمی ضیائی صاحب کے ہم مذہب وفکر اور ان کے مذہب کے بڑے ''علامہ'' غلام رسول سعیدی بریلوی نے صحیح مسلم کی اس حدیث کا ترجمہ اسی طرح کیا ہے کہ ایک چمڑے کے خیمے کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے خطبہ دے رہے تھے۔ الخ

(دیکھئے شرح صحیح مسلم ج ا ص ۸۴۶، از ''علامہ'' غلام رسول سعیدی بریلوی)

اب حدیث نبوی میں تحریف کرنے والوں سے ایک سوال ہے کہ کیا آدم علیہ السلام کا قبہ (مزار یا دربار) مسجد نبوی کے اندر تھا؟

قواعدِ عربیہ یعنی علمِ نحو کی روشنی میں اس تحریف وتبدیلی کی وضاحت:

جو اہلِ علم طلباء ومدرسین، علمِ نحو (یعنی عربی قواعد) جانتے ہیں انھیں خوب علم ہے کہ عربی گرائمر میں اضافت کے بارے میں ایک مستقل بحث ہوتی ہے، اس کی تعریف اور مختلف اعتبار سے تقسیم ہوتی ہے اور اضافت معنوی کی تین قسمیں ہوتی ہیں:

ضافتِ لامیّہ۔اضافتِ بیانیہ۔اضافت ظرفیہ۔

اگر مضاف مضاف الیہ کی جنس سے ہو تو اسے اضافت بیانیہ کہا جاتا ہے جیسے خَاتَمُ فِضَّةٍ. چاندی کی انگوٹھی۔اس میں چاندی انگوٹھی کی جنس سے ہے۔

اگر مضاف الیہ مضاف کی ظرف ہو تو اسے اضافیتِ ظرفیہ کہا جاتا ہے جیسے صَلٰوۃ اللَّیل۔رات کی نماز یعنی اللّیل (رات) نماز پڑھنے کی ظرف زبان ہے۔اسی طرح قرآن میں وارد ﴿بَلْ مَكْرُ اللَّيْلِ وَ النَّهَارِ﴾ (السبأ:۳۳) سے مراد المکر فی اللیل والنھار ہی ہے۔

اگر ان دونوں میں سے کوئی بھی نہ ہو تو اسے اضافتِ لامیہ کہا جاتا ہے جیسے: كِتَابُ خَالِدٍ۔ خالد کی کتاب۔اس میں خالد نہ کتاب کی جنس سے ہے اور نہ ہی اسکی ظرفِ زمان و مکان ہے،اس میں عام طور پر لام مقدر ہوتا ہے یعنی كِتَابٌ لِّخَالِدٍ۔اس کی تفصیل (شرح ابن عقیل علی الفیہ ابن مالک میں بحث الاضافۃ ج۳ص۴۲۔۴۳) میں دیکھی جاسکتی ہے نیز معارف النحو،از:عبداللہ توحیدی میں دیکھی جاسکتی ہے۔(ص۲۱۳)

مسلم شریف میں وارد حدیث میں مذکورہ الفاظ :قُبَّةَ اٰدَمٍ میں اضافت معنوی بیانی ہے۔کیونکہ اس میں خَاتَمُ فِضَّةٍ کی طرح مضاف الیہ اَدَمٍ (چمڑا) قُبّۃ (خیمہ) کی جنس سے ہے۔جیسا کہ کوئی کہے ثَوبُ حَرِيرٍ۔ریشم کا لباس۔جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے:عَالِيَهُمْ ثِيَابُ سُندُسٍ. (الدھر:۲۱) کپڑے اور ریشم ہم جنس ہیں۔

اَدَمٍ (چمڑا) اور قُبّہ (خیمہ) ہم جنس ہیں۔یعنی خیمہ کا مادہ (جس سے خیمہ بنایا گیا ہے) چمڑا ہے جیسا کہ انگوٹھی کا مادہ چاندی ہے اور کپڑے کا مادہ ریشم ہے۔

اور ان سب میں (مِن) مقدر (پوشیدہ) ہے یعنی خَاتَمٌ مِن فِضَّةٍ، ثِيَابٌ مِّن سُندُسٍ. ثَوبٌ مِن حَرِيرٍ.

اب ہم اس کی دلیل بھی احادیث ہی سے مہیا کرتے ہیں کہ اس جگہ (قُبَّةِ اَدَمٍ) اضافت بیانی ہے نہ کہ لامی اور ظرفی۔اس میں مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان میں

(مِن) پوشیدہ ہے۔ چنانچہ بہت سی احادیث میں یہ (مِن) ذکر بھی ہوا ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں کتاب فرض الخمس، باب نمبر ۱۳ حدیث ۳۱۴۷ میں انصار صحابہ کے بارے میں مذکور ہے: **فَجَمَعَهُم فِی قُبَّةٍ مِن اَدَمٍ.** آپ ﷺ نے انھیں چمڑے کے ایک قبہ (یعنی خیمہ) میں جمع کیا۔ ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ **رَأَیتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فِی قُبَّةٍ حمراء مِن اَدَمٍ.** میں نے رسول اللہ ﷺ کو چمڑے کے ایک سرخ قُبَّہ (یعنی خیمہ) میں دیکھا۔ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ فی الثوب الأحمر، حدیث: ۳۷۶)

اب قارئین حضرات کاظمی ضیائی صاحب کی حدیث نبوی میں تحریف و تبدیلی بخوبی سمجھ گئے ہوں گے، وہ یہ کہ انہوں نے اس حدیث میں لفظی تحریف بھی کی ہے اور معنوی تحریف بھی۔ لفظی تحریف تو یہ ہے کہ انہوں نے لفظِ اَدَم بروزن فَرَس کو تبدیل کر کے آدم بروزن عالم اور قالب بنا دیا ہے اور کتاب میں حدیث کے اندر ہی آدم لکھ دیا ہے۔ اور معنوی تحریف یہ کی ہے کہ اولاً: ادم سے حضرت آدم علیہ السلام مراد لئے ہیں اور ترجمہ بھی آدم علیہ السلام ہی کیا ہے۔ ثانیاً: قُبَّۃ سے قبر پر بنایا گیا گنبد و مزار مراد لیا ہے۔

لاکھوں کروڑوں روپیہ خرچ کر کے مزعومہ بزرگوں کی اصلی و غیر اصلی قبروں پر جو قبے بنائے جاتے ہیں ان کے جواز کے لئے تحریف و تبدیل کردہ یہ حدیث بطورِ دلیل پیش کی ہے۔ یعنی حدیث کا لفظ بھی بدلا اور ترجمہ بھی غلط کیا اور قبہ اَدم میں جو اضافت بیانیہ تھی اسے بھی تبدیل کر کے اضافت لامیہ بنادی۔ یعنی **قُبَّةٍ مِّن اَدَمٍ** کو بدل کر **قُبَّةٍ لآدَمَ** بنا دیا۔

حالانکہ مسلم شریف والی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہی حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے، اس کے الفاظ سے بھی روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اس جگہ اضافتِ بیانیہ ہے، چنانچہ بخاری میں یہ الفاظ ہیں:

بَینَمَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مُضِیفٌ ظَهرَهُ اِلٰی قُبَّةٍ مِنْ أَدَمٍ یَمَان.

یعنی ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ یمنی چمڑے کے خیمہ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے تو آپ نے ہمیں خطبہ دیا۔ الخ

(صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب کیف کانت یمین النبی ﷺ، حدیث:۶۶۴۲)

قارئین! آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس حدیث میں کتنے صاف الفاظ ہیں، یعنی قُبَّةٍ مِّن أَدَمٍ يَمَانٍ. یمنی چمڑے سے بنایا گیا قبہ (یعنی خیمہ) پھر آپ حضرات ایک اور طرح سے بھی سوچیں کہ کیا (سیدنا) آدم علیہ السلام کی وفات مدینہ نبویہ میں ہوئی تھی؟ اور کیا ان کا قبہ یعنی دربار اور مزار مسجد نبوی میں تعمیر ہوا تھا؟ وہ مسجد نبوی کے کس کونے میں تھا؟ یا پھر مدینۃ النبی ﷺ میں تھا اور کہاں تھا؟

مسجد نبوی میں خیمے نصب کرنے کا ذکر تو ذخیرہ احادیث میں بکثرت ملتا ہے کیا کسی حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ آدم علیہ السلام کا قبہ مسجد نبوی میں تھا یا مدینۃ النبی میں تھا؟ یہ سب سوچنے کی باتیں ہیں۔

اہلِ تحریف لوگ دراصل درباروں، مزاروں سے غالیانہ محبت میں اندھے ہو چکے ہیں، ان کو ثابت کرنے اور اسلام کا حصہ قرار دینے کے لئے ہر طرح کے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں، یہ حدیثِ نبوی میں تحریف و تبدیلی ان کا آخری حربہ تھا جو انہوں نے کر دکھایا۔ یہودیوں کی بھی یہی عادت تھی کہ وہ اپنے خودساختہ باطل نظریات کو ثابت کرنے اور انھیں شریعت کا حصہ قرار دینے کے لئے تورات میں تحریف کر دیتے تھے، جیسا کہ قرآنِ حکیم اس پر شاہد عدل ہے اور اس کی تفصیل شاہ ولی اللہ دہلوی کی کتاب الفوز الکبیر میں بھی دیکھی جا سکتی ہے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی نے الفوز الکبیر میں یہودیوں کی گمراہیوں میں ایک گمراہی یہ بھی ذکر کی ہے کہ وہ تورات کے احکام میں لفظی یا معنوی تحریف (تبدیلی) کر دیتے تھے۔ وہ تورات کی آیات کے ساتھ ان چیزوں کا بھی اضافہ کر دیا کرتے تھے جو کہ ان سے نہیں تھیں۔ وہ تورات کی آیات کا کتمان کیا کرتے تھے۔ تورات کے احکامات کا نفاذ نہیں کرتے تھے۔ اپنے مذہب کی نہایت بے جا حمایت کرتے تھے۔

(الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، تعریب پالنپوری دیوبندی، ص:۲۶۔۲۷)

تنبیہ: الفوز الکبیر کی شرح الخیر الکثیر ،ص:۱۳۵ میں ہے کہ قرآنی وحدیثی تحریف لفظی کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ قرآن یا حدیث کے کسی لفظ کو دوسرے لفظ سے بدل دینا۔ کسی لفظ کو بڑھا دینا۔ کسی لفظ کو کم کر دینا۔

تحریف معنوی کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ قرآن وحدیث کے کسی لفظ کا ترجمہ یا تشریح اس طرح کرنا جو کہ شارع کی مراد کے خلاف ہو۔

شاہ ولی اللہ دہلوی اس بحث کے آخر میں لکھتے ہیں:

اگر تم یہودیوں کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہو تو ان علمائے سوء کو دیکھ لو جو دنیا کے طالب ہیں اور اپنے بڑوں کی تقلید کے گرویدہ ہیں اور کتاب وسنت کی نصوص (یعنی صریح آیتوں اور حدیثوں) سے اعراض کرتے ہیں اور کسی عالم سے تعمق وتشدد اور اس کے استحسان کو دلیل بناتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے معصوم شارع (نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کے کلام سے اعراض کیا ہے، موضوع (خود ساختہ) حدیثوں اور فاسد تاویلوں کو اپنا اُسوہ (نمونہ) بنایا ہے تو تم ان لوگوں کو دیکھو گویا یہ وہی (یہودی) ہیں۔ (الفوز الکبیر ص:۳۰۔۳۲)

میں کہتا ہوں کہ ان اہلِ تحریف کی یہ تحریف قرآن وحدیث کی نصوص کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے مقلَّد امام یعنی ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کے مذہب کے بھی خلاف ہے جو کہ فقہ حنفی کی اکثر کتب میں مذکور ہے۔

چنانچہ حنفیوں کے بڑے مفتی علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں: عَنْ أَبِی حَنِیْفَةَ یَکْرَہُ أَن یُبْنٰی عَلَیْهِ بِنَاءٌ مِّن بَیْتٍ أَوْ قُبَّةٍ أَوْ نَحْوِ ذَالِكَ لِمَارَوٰی جَابِرٌ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم الخ. (اس کے بعد مسلم شریف کی حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ نیچے ترجمہ سے واضح ہو رہا ہے) یعنی امام ابوحنیفہ قبر پر کسی قسم کا مکان اور قبہ بنانا مکروہ جانتے تھے، کیونکہ جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے قبروں کو پختہ بنانے اور ان پر کچھ لکھنے اور عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے۔ (شامی مطبوعہ مصر، ج ا ص ۶۲۷، باب الصلوٰۃ الجنائز)

ان کی یہ تحریف امام شافعی کی صراحت کے بھی خلاف ہے۔ چنانچہ شارح صحیح مسلم

(علامہ) شرف الدین نووی فرماتے ہیں کہ امام شافعی نے اپنی کتاب الاُمّ (ج ۱) میں کہا ہے کہ: رأیت بمکة یأمرون بهدم ما یبنٰی (شرح صحیح مسلم درسی عربی، ج ۱ص ۳۱۲) یعنی میں نے مکہ میں دیکھا کہ قبروں پر جو کچھ بنایا جاتا تھا، ائمہ (یعنی حکام) اس کے گرانے کا حکم دیتے تھے۔ (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: فتاویٰ علمائے حدیث کتاب العلم ج ۱۲ص ۱۷ تا ۲۷)

(علامہ) جلال الدین سیوطی نے حسن المحاضرۃ فی تاریخ مصر والقاہرۃ ج ۱ص ۱۴۱ میں مصر میں قبروں پر تعمیرات و قبے وغیرہ منہدم کرنے پر ملک ظاہر بیبرس کے دور کے محققین علماء کا اتفاق ذکر کیا ہے۔ ملک ظاہر نے اس وقت کے فقہاء (مثلاً: فقیہ علامہ ظہیر ترمنتی اور شیخ بہاء الدین بن الجُمیزی اوران جیسے علماء وقت) سے اس کا فتویٰ طلب کیا تھا تو ان سب نے خطوط لکھے اور بیک زبان ہوکر اتفاق کیا کہ حکمران پر ضروری ہے کہ ان سب کو ڈھادے اور بنوانے والوں کو مکلّف کرے کہ اس کا ملبہ کیمان میں پھینک آئیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ امام شافعی کی قبر پر بنا ہوا قبہ بھی مصر ہی میں ہے۔ (حسن المحاضرہ)

احناف کے بہت بڑے علامہ اور شارح صحیح بخاری بدرالدین عینی نے قبر پر خیمہ بنانا بھی مکروہ کہا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ ''رَأَی ابنُ عُمَرَ فُسطاطًا علی قبرِ عبدِ الرَّحمٰن فقال: اِنزِعه یا غلامُ فإنّما یُظلُّه عَمَلُه .'' (کتاب الجنائز باب الجرید علی القبر)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی قبر پر ایک خیمہ دیکھا تو انہوں نے (ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا) کے غلام سے کہا: اے غلام! اس خیمے کو اتارلو، اس کے نیک عمل ہی اس پر سایہ کریں گے۔

علامہ عینی حنفی اس اثر کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''فَدَلَّ هذا علٰی أَن نَصبَ الخِیامِ علی القبرِ مکروہٌ ولا یَنفعُ المَیّتَ ذٰلِكَ. ''

(عمدة القاری ۸/ ۱۸۳)

یعنی عبداللہ کے اس اثر میں اس بات کی دلیل ہے کہ قبر پر خیمے نصب کرنا مکروہ ہے اور اس سے میت کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔

مسند احمد میں ابوموسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) کی وصیت ہے: **لَا تَجعَلُوا عَلٰی قَبرِی بِنَاءً.**

میری قبر پر کوئی عمارت نہ بنانا۔ (حدیث نمبر: ۹۴۳۹)

(سیدنا) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت وصیت کی تھی کہ **لَا تَضرِبُوا عَلَیَّ فُسطَاطًا.** میری قبر پر خیمہ نہ لگانا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۱۶)

تابعیِ کبیر سعید بن مسیّب رحمہ اللہ نے اپنے مرض الموت میں وصیت کرتے ہوئے کہا تھا: اِذَا مَا مِتُّ فَلَا تَضرِبُوا عَلٰی قَبرِي فُسطَاطًا. (طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۱۴۲)

جب میں وفات پا جاؤں تو میری قبر پر خیمہ نہ لگانا۔ تابعی کبیر محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ نے کہا ہے: **هٰذِهِ الفَسَاطِيطُ الَّتِي عَلَى القُبُورِ مُحدَثَةٌ.** (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۱۷)

یہ خیمے جو قبروں پر بنائے جاتے ہیں یہ بدعت ہیں۔

دوغلی پالیسی پر تعجب وحیرت:

پھر حیرت کی بات یہ ہے کہ ایک طرف کاظمی ضیائی صاحب فی زمانہ قبروں پر بنے قبے گرانے کو مذموم حرکت قرار دے رہے ہیں اور گرانے کے جواز کا فتویٰ دینے والوں کو "وہابی خبیث ظالم" کہہ رہے ہیں اور دوسری طرف قبروں پر قبے بنانے کو کبیرہ گناہ اور قبے گرانے کو واجب سمجھنے والے احمد بن حجر مکی شافعی صوفی (متوفی ۹۷۴ھ) کو کاظمی ضیائی کے بڑے مناظر "مفتی" محمد حنیف قریشی صاحب اچھے اچھے بلند القاب سے ملقب کرتے ہوئے انھیں مشہور محدث، علامہ، نیز محدثِ کبیر، حضرت اور امام قرار دیتے ہوئے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ کی دعا بھی دے رہے ہیں۔ (دیکھئے گستاخ کون؟ ص ۴۷۶)

حالانکہ ابن حجر مکی صاحب نے قبوں کو منہدم کرنے کا فتویٰ اپنی مشہور کتاب الزواجر میں نقل کیا ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا اور وہ فتویٰ یہ ہے:

وَ تَجِبُ المُبَادَرَةُ لِهَدمِهَا وَ هَدمِ القِبَابِ الَّتِي عَلَى القُبُورِ اِذ هِيَ اَضَرُّ مِن مَسجِدِ الضِّرَارِ لِاَنَّهَا أُسِّسَت عَلٰی مَعصِيَةِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ لِاَنَّهُ نَهٰی عَن ذَالِكَ وَ اَمَرَ ﷺ بِهَدمِ القُبُورِ المُشرِفَةِ وَ تَجِبُ اِزَالَةُ كُلِّ قِندِيلٍ وَ سِرَاجٍ عَلٰی قَبرٍ وَلَا يَصِحُّ وَقفُهُ وَ

نَذرُہُ. (الزواجر عن اقتراب الکبائر، ج ۱ ص ۱۴۹، کبیرہ گناہ نمبر ۹۳ تا ۹۸)

یعنی اونچی قبریں اور قبے گرانے کی طرف جلدی کرنا واجب ہے کیونکہ یہ چیزیں مسجدِ ضرار (جو منافقین نے اسلام کو نقصان پہنچانے کی خاطر بنائی تھی جس کا ذکر سورۃ توبہ آیت نمبر ۱۰۷ میں ہے) سے زیادہ نقصان دہ ہیں، کیونکہ ان (اونچی قبروں اور قبوں) کی بنیاد رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی پر ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے اور اونچی قبروں کو گرانے کا حکم دیا ہے اور ہر قندیل اور چراغ جو قبروں پر جلایا جاتا ہے اس کو ختم کرنا واجب ہے اور یہ قبروں پر وقف کرنا یا اس کی نذر (مَنت) ماننا صحیح نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ ابن حجر مکی صوفی شافعی کا نقل کردہ مذکورہ بالا فتویٰ بعینہ صاحب تفسیر روح المعانی محمود احمد آلوسی حنفی نے بھی اپنی تفسیر روح المعانی میں نقل کیا ہے بلکہ اس کی تائید میں مزید بھی لکھا ہے حتیٰ کہ مصر میں امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ کی قبروں پر جو قبے بنائے گئے ہیں ان کے گرانے کے بارے میں بھی لکھا ہے جبکہ فتنہ کا ڈر نہ ہو۔

(روح المعانی، جزء: ۱۵، ص ۲۳۸۔۲۳۹، آیت: ۲۱ من سورۃ الکہف)

لیکن اس کے باوجود کاظمی ضیائی صاحب نے انہیں کسی بھی بُرے لقب سے ملقب نہیں کیا، نہ ظالم قرار دیا، نہ وہابی کہا، بلکہ ان کے بڑے مناظر محمد حنیف قریشی صاحب نے انہیں مشہور مفسر حضرت علامہ سید محمود احمد آلوسی رحمۃ اللہ علیہ سے یاد کیا ہے۔

(دیکھئے گستاخ کون؟ ص ۲۸۶)

لیکن صد افسوس! کہ اسی فتوے کی بناء پر یہ لوگ پاک و ہند کے علمائے حدیث کو وہابی، ظالم، خبیث جیسے برے القابات سے ملقب کر رہے ہیں۔ (دیکھئے گستاخ کون؟ ص ۱۵۸۔۱۵۹)

تِلكَ اِذًا قِسمَةٌ ضِيزٰى

مولانا محمد حنیف یزدانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جو لوگوں قبروں کو پختہ بناتے ہیں اور ان پر عالی شان گنبد کھڑا کرتے ہیں وہ دراصل ایک دکان کی بنیاد رکھتے ہیں، قبر کی تجارت کرتے ہیں، مقبور (میت) کو ساری عمر بیچ بیچ کر

کھاتے ہیں، کچی قبر آمدنی کا ذریعہ نہیں بن سکتی، وہ عام قبروں میں مل جاتی ہے، جب مرید آئیں گے تو قبرستان کی تمام قبروں میں سے کس طرح پہچانیں گے کہ ان کا ''مشکل کشا'' کہاں لیٹا ہوا ہے؟ مرادیں مانگنے والوں کو پیر کا روضہ دس پندرہ کوس دور سے ہی نظر آنا چاہیے، اسٹیشن پر اترتے ہی گنبد دکھائی دینا چاہیے، سورج کی شعاعیں رنگین کلس سے ٹکرا کر زائرین کی آنکھوں میں اتر آنی چاہئیں، ایسے مزار پر روز کے روز چڑھاوے چڑھیں گے، جمعرات کی جمعرات نذروں کے انبار لگیں گے، سال میں بہت سے تہوار بھی نیازوں کا پیشِ خیمہ بنیں گے اور عرس کے موقعہ پر تو وہ ریل پیل ہوگی کہ مدتوں نسلیں رنگ رلیاں منائیں گی، یہ فائدے گنبد، قبے والی پختہ قبر کے ہی ہوسکتے ہیں.... علامہ اقبال فرماتے ہیں:

جن کو آتا نہیں کوئی فن تم ہو
نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن تم ہو
بجلیاں جس میں ہوں آسودہ وہ خرمن تم ہو
بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن تم ہو
ہو نیکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے
کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے ''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت

مشہور ثقہ امام عبداللہ بن مبارک المروزی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۸۱ھ) نے فرمایا:

'' خصلتان من كانت فيه: الصّدق و حب أصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فأرجو أن ينجو إن سلم ''جس آدمی میں دو خصلتیں ہوں: سچائی اور (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ (رضی اللہ عنہم) سے محبت تو مجھے امید ہے کہ وہ نجات پا جائے گا بشرطیکہ وہ (گناہوں سے) بچا رہے۔ (الطیوریات ۲/۳۳۰، ۳۳۱ ح ۲۷۴ واسنادہ صحیح)

[سید تنویر حسین شاہ ہزاروی]

حافظ زبیر علی زئی

رب نواز دیوبندی اور بے بسیاں...؟!

رب نواز دیوبندی نے ''زبیر علی زئی کی بے بسی'' کا عنوان باندھ کر لکھا ہے:

۱) ''ا.... بندہ نے وکیل اہلحدیث محمد حسین بٹالوی کا ایک اقتباس ان کی کتاب ''اشاعۃ السنۃ'' سے نقل کیا جس میں انہوں نے تقلید کو اذان وکلمہ سے اور تقلید کے مخالف کو دیہاتی سکھ ومتعصب ہندو سے تشبیہ دی ہے۔[مجلّہ صفدر، شمارہ ۶ ص:۱۱]

علی زئی صاحب نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔'' (مجلّہ صفدر گجرات:۱۴ص ۳۶)

جواب: کیا مولانا بٹالوی رحمہ اللہ کی ہر بات قرآن، حدیث اور اجماع ہے کہ ہر اہلِ حدیث اُن کی ہر بات کا جواب دینے کا لازمی پابند ہے؟! (نیز دیکھئے اسی فقرے کا ذیلی حاشیہ:۲)

بعض علماء نے تقلید کا لفظ (۱) حدیث ماننے (۲) آثارِ سلف صالحین پر عمل کرنے اور (۳) عالم سے مسئلہ پوچھنے پر بھی استعمال کیا ہے، حالانکہ یہ استعمال غلط ہے اور تقلید کا صحیح معنی (مقلدین کے عمل کو مدِنظر رکھتے ہوئے) وہی ہے جو راقم الحروف نے اپنی کتاب ''دین میں تقلید کا مسئلہ'' میں لکھا ہے:

''کتاب وسنت کے منافی کسی قول وفعل کو قبول کرنا یا اس پر عمل پیرا ہونا''

(طبع فروری ۲۰۱۲ء ص ۲۲، طبع قدیم ص ۲۳)

یہی معنی ہمارے استاذ محترم حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔

(دیکھئے احکام ومسائل ص ۵۸۱)

آلِ دیوبند کے نزدیک زبانِ حال اور اُن کے عمل سے یہ ثابت ہے کہ ''تمام مسائل میں امام ابوحنیفہ اور دیوبندی مفتیٰ بہا مسائل کی تقلید کرنا، چاہے یہ مسائل قرآن وحدیث کے خلاف اور غیر ثابت بھی ہوں۔ مفتیٰ بہ قول کے مقابلے میں کتاب وسنت واجماع کو رد کر دینا۔''

مثلاً محمود حسن دیوبندی نے کہا:

حق وانصاف یہ ہے کہ اس مسئلے میں (امام) شافعی کو ترجیح حاصل ہے اور ہم مقلد ہیں ہم پر ہمارے امام ابوحنیفہ کی تقلید واجب ہے۔ واللہ اعلم

(تقریر ترمذی ص ۳۶، دوسرا نسخہ ص ۳۹، نیز دیکھئے دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۲۴)

یہی وہ تقلید ہے جس پر اہلِ حدیث اور آلِ دیوبند کے درمیان بنیادی اختلاف ہے۔

اگر مولانا بٹالوی رحمہ اللہ کے رسالے کی مذکورہ عبارت صحیح طور پر اور بغیر تحریف کے منقول ہے تو دیوبندی اعتراض کے چار جوابات ہیں:

۱: یہ عبارت ان جہلاء اور پیروانِ خواہش پر رد ہے، جو انکارِ تقلید کے سائے تلے اجماعِ اُمت اور فہمِ سلف صالحین کا ہی انکار کر بیٹھتے ہیں۔ یہ لوگ اہلِ حدیث نہیں، لہٰذا بٹالوی صاحب کے اس قول کا کوئی تعلق بھی صحیح العقیدہ اہلِ حدیث سُنی سلفی اثری علماء اور متبعینِ کتاب وسنت علیٰ فہم السلف الصالحین عوام سے ہرگز نہیں۔

۲: بٹالوی صاحب کا مذکورہ بیان نہ قرآن مجید ہے، نہ حدیثِ رسول ہے اور نہ اجماعِ اُمت ہے، بلکہ صرف ان کا اپنا اجتہاد ہے اور اہلِ حدیث یعنی اہلِ سنت کے نزدیک سلف صالحین کے دور کے بعد والے کسی شخص کا اجتہاد دوسرے عالم پر حجتِ قاطعہ نہیں، بلکہ مختلف فیہا مسائل میں ہر اہلِ حدیث عالم کو آثارِ سلف صالحین کے تحت اجتہاد کا حق حاصل ہے۔

۳: تقلید کی مخالفت سیدنا معاذ بن جبل اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما دونوں سے ثابت ہے اور صحابۂ کرام میں ان کا کوئی مخالف معلوم نہیں، نیز دوسرے بہت سے علماء سے مروّجہ تقلید کی مخالفت ثابت ہے، لہٰذا صحابہ وسلف صالحین کے مقابلے میں مولانا بٹالوی رحمہ اللہ یا کسی اور عالم کی بات کون اہلِ حدیث سنتا ہے؟

۴: بٹالوی صاحب کی مذکورہ عبارت شاذ وغیر مفتیٰ بہا ہے، اور شاذ وغیر مفتیٰ بہ قول پر عمل کرنا، یا اسے بطورِ حجت پیش کرنا غلط ہے۔

۲) رب نواز دیوبندی نے لکھا ہے: ''۲.... بندہ نے ارشاد الحق اثری غیر مقلد کی کتاب

''توضیح الکلام، ص: ۹۸۸'' سے امام ابوحنیفہ نعمان علیہ الرحمۃ والرضوان کا فرمان نقل کیا کہ میں صحابہ کرامؓ کی تقلید کرتا ہوں۔ [مجلّہ صفدر، شمارہ ۶، ص: ۱۳]

علی زئی صاحب نے اس کے جواب سے بھی سکوت فرمایا ہے۔''

(مجلّہ صفدر گجرات: ۱۴ ص ۳۷)

جواب: مولانا ارشادالحق اثری حفظہ اللہ کی کتاب: توضیح الکلام میں نعمان کا مذکور قول بحوالہ المؤمل للرد الی الامر الاول لابی شامہ منقول ہے اور ابوشامہ نے اسے بغیر کسی سند کے ابن فرقد شیبانی سے نقل کیا ہے۔ (مجموعہ رسائل منیریہ ۳/ ۳۳، المؤمل ص ۶۲۔۶۳)

ابوشامہ کی پیدائش ۵۹۹ھ سے صدیوں پہلے فوت ہونے والے اشخاص تک بے سند اور بے سروپا روایت کا کیا اعتبار ہے کہ رب نواز صاحب کی طرف سے اس کے جواب کا مطالبہ اور بے بسی کا فتویٰ داغا جاتا ہے؟!

دوسرے یہ کہ جمہور کے نزدیک مجروح ابن فرقد کی روایت اگر اس تک ثابت بھی ہو جائے تو اس کا علمی میدان میں کیا اعتبار ہے؟! بلکہ معدوم ومردود کے حکم میں ہے۔

ابن فرقد کے بارے میں جمہور محدثین کرام کی جروح ثابتہ وصریحہ کے لئے دیکھئے میری کتاب: تحقیقی مقالات (ج ۲ ص ۳۴۱۔۳۶۴، ج ۳ ص ۳۷۱۔۳۸۴)

بے بسی کا عنوان باندھ کر آلِ دیوبند کو اپنی ''بے عزتی خراب'' کرنے کی کیا فکر پڑی ہوئی ہے؟!

۳) رب نواز دیوبندی نے لکھا ہے: ''بندہ نے فتاویٰ ثنائیہ ج ۱، ص: ۴۶ سے ثناء اللہ امرتسری صاحب کی شہادت نقل کی کہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ ''بڑے پایہ کے عالم'' تھے۔ [مجلّہ صفدر، شمارہ ۶، ص: ۱۵]

علی زئی صاحب نے اس کا تو کوئی جواب نہیں دیا الٹا حضرت شیخ الہند کو ''متروک'' قرار دے دیا۔'' (مجلّہ صفدر گجرات: ۱۴ ص ۳۷)

جواب: فتاویٰ ثنائیہ کی مذکورہ عبارت سے استدلال چار وجہ سے غلط ہے:

ا: محمود حسن دیوبندی پر کئی طرح کی جروح مفسرہ ثابت ہیں اور تعدیل مبہم پر جرح مفسر مقدم ہوتی ہے۔ جروح مفسرہ کے چند حوالے درج ذیل ہیں:

☆ محمود حسن نے آیت قرآنیہ میں تحریف کی۔ (دیکھئے ایضاح الادلہ ص ۹۷ مطبع قاسمی دیوبند)

☆ محمود حسن نے جلیل القدر صحابیہ سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو "زبان دراز" کہا۔

(تقاریر شیخ الہند ص ۱۳۳)

☆ محمود حسن نے رشید احمد گنگوہی دیوبندی کو "بانیِ اسلام کا ثانی" کہا۔

(کلیاتِ شیخ الہند ص ۸۷)

☆ محمود حسن دیوبندی نے کہا: "کیونکہ قول مجتہد بھی قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی شمار ہوتا ہے"

(الورد الشذی ص ۲)

۲: جمہور اہلِ حدیث علماء نے محمود حسن پر جرح کر رکھی ہے اور جرح وتعدیل میں تطبیق نہ ہونے کی حالت میں جمہور علمائے حق کو ہی ترجیح حاصل ہے۔

۳: فتاویٰ ثنائیہ کی مذکورہ عبارت سیاسی ہے، جیسا کہ اس کے شروع میں "سیاسی رہنمائی"

(فتاویٰ ثنائیہ ۱/ ۴۴)

اور آخر میں "سیاسی مجالس" کا ذکر موجود ہے۔ (دیکھئے فتاویٰ ثنائیہ ۱/ ۴۸)

سیاسی بیانات سے متروک عندالجمہور کی توثیق ثابت کرنا رب نواز جیسے آلِ دیوبند کا ہی کام ہے۔

۴) رب نواز دیوبندی نے لکھا ہے: "بندہ نے امام رازی رحمہ اللہ، میاں نذیر حسین دہلوی، ثناء اللہ امرتسری، محمد حسین بٹالوی، نواب وحید الزمان، اسماعیل سلفی اور علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی عبارات باحوالہ درج کیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسئلہ پوچھ کر عمل کرنا بھی تقلید ہے۔ [مجلّہ صفدر، شمارہ ۷، ص: ۴۶ تا ۴۹]

علی زئی صاحب نے ان میں سے کسی کا بھی جواب نہیں دیا یا ان سے ایسی خاموشی اختیار کی کہ..." (مجلّہ صفدر گجرات: ۱۴ ص ۳۷)

جواب: مذکورہ اقوال سے آلِ دیوبند کا استدلال تین وجہ سے مردود ہے:

ا: رازی بذاتِ خود مجروح تھا۔

دیکھئے لسان المیزان (۴/ ۴۲۶۔ ۴۲۹، دوسرا نسخہ ۵/ ۴۳۰۔ ۴۳۵)

میاں نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کا قول منسوخ ہے۔

دیکھئے فتاویٰ نذیریہ (۱/ ۱۶۳۔ ۱۶۴)

وحید الزمان اہلِ حدیث نہیں بلکہ تقلیدی تھا، لہٰذا اس کا حوالہ مردود ہے۔

چار علماء کے مقابلے میں درج ذیل علماء وغیر علماء سے ثابت ہے کہ مسئلہ پوچھ کر عمل کرنا تقلید نہیں:

ابن الحاجب النحوی، جلال الدین المحلی الشافعی، علی بن محمد الآمدی، ابن ہمام، ابن امیر الحاج، محمد اعلیٰ تھانوی اور صاحبِ مسلم الثبوت وغیرہ (حوالوں کے لئے دیکھئے: دین میں تقلید کا مسئلہ) اور ظاہر ہے کہ جمہور کے مقابلے میں چند علماء کی بات مرجوح ہی ہے۔

۲: عام آدمی کا عالم سے مسئلہ پوچھنا چونکہ **فاسئلوا اھل الذکر** سے ثابت ہے، لہٰذا یہ تقلید نہیں بلکہ اقتدا اور اتباع بالدلیل ہے اور اسے تقلید کہنا غلط ہے۔

۳: آلِ دیوبند نے اس بات پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے کہ ''چار ائمہ کے علاوہ کسی کی تقلید نہیں ہوگی'' (دیکھئے اطمینان القلوب از محمد بلال دیوبندی ص ۱۶)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے سہیل ادلہ کاملہ (ص ۸۵) جواہر الفقہ (۱/ ۱۳۲) اور فتح المبین (ص ۳۷۴)

اس مزعوم دیوبندی اجماع سے معلوم ہوا: دیوبندی عوام کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ موجودہ دیوبندی علماء سے کوئی مسئلہ پوچھیں، ان کا یہ مسئلہ پوچھنا دیوبندی اصول سے تقلید کہلائے گا اور آلِ دیوبند کے نزدیک تقلید صرف چار اماموں میں سے ایک امام کی واجب اور باقی تین اماموں کی حرام ہے، لہٰذا موجودہ دیوبندی علمائے سُوء میں سے کسی ایک کو پانچواں یا چھٹا امام بنا کر اس سے مسئلے پوچھنا دیوبندی اصول سے حرام اور اجماع کی مخالفت ہے۔

رب نواز دیوبندی نے جس اوکاڑوی کا مختصر تعارف لکھا ہے، اس اوکاڑوی نے نبی کریم ﷺ کی گستاخی کرتے ہوئے لکھا: ''لیکن آپؐ نماز پڑھاتے رہے اور کتیا سامنے کھیلتی رہی، اور ساتھ گدھی بھی تھی، دونوں کی شرمگاہوں پر بھی نظر پڑتی رہی''

(...کی غیر مستند نماز ص ۴۳، مجموعہ رسائل طبع قدیم ۳/ ۳۵۰، تجلیاتِ صفدر ج ۵ ص ۴۸۸)

اس گستاخ کے بارے میں طارق جمیل دیوبندی نے کہا: ''ان کے لہجے میں بہت زیادہ سختی تھی اور بہت زیادہ شدت تھی۔'' (کلمۃ الہادی الیٰ سواء السبیل از محمد عیسیٰ خان دیوبندی ص ۲۵۶۔ ۲۵۷)

اس عبارت پر محمد عیسیٰ خان کا رَدّ نری دیوبندیت، اندھا تعصب اور فرقہ نوازی ہے۔

ایسے گستاخ کو آنجہانی لکھنے سے رب نواز دیوبندی اور آلِ دیوبند ناراض نہ ہوں۔

شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ جو ہزاروں لاکھوں اہلِ حدیث علماء میں سے ایک عام اہلِ حدیث عالم تھے، کو شاغف بہاری صاحب کا آنجہانی کہنا شاغف صاحب کی اجتہادی غلطی ہے اور اس غلطی کی وجہ سے اوکاڑوی کو ''آنجہانی'' کے لقب سے باہر نکلنا غلط ہے۔

رب نواز دیوبندی نے سرفرازی کتابوں مقامِ ابی حنیفہ اور طائفہ منصورہ وغیرہما کے بارے میں لکھا ہے: ''جواب بھی سامنے نہیں آیا:'' (مجلّہ صفدر گجرات: ۱۴ ص ۴۱)

عرض ہے کہ میری کتاب توضیح الاحکام عرف فتاویٰ علمیہ کی دوسری جلد کے درج ذیل مضامین دیکھ لیں:

۱: سرفراز خان صفدر کا علمی و تحقیقی مقام! (ص ۳۷۵۔ ۳۸۹)

۲: امام یحییٰ بن معین اور توثیقِ ابی حنیفہ؟ (ص ۳۸۹۔ ۴۰۱)

۳: نیز دیکھئے کلید التحقیق: فضائل ابی حنیفہ کی بعض کتابوں پر تحقیقی نظر

(تحقیقی مقالات ۴/ ۳۱۹۔ ۳۲۷)

اہلِ حدیث بحمد اللہ قلم و قرطاس کے ساتھ میدان میں ہیں اور ان شاء اللہ بڑی دیر تک آلِ دیوبند کے بدعتِ کبریٰ والے عقائد ضالہ اور اکاذیب سے پردہ اُٹھتا رہے گا۔

و ما علینا إلا البلاغ (۲۰/ اپریل ۲۰۱۲ء)

حافظ محمد مزمل (اوکاڑہ)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنے کے پانچ فائدے

۱: تیس نیکیاں ملتی ہیں:

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا۔ اس نے آکر کہا: السلام علیکم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سلام کا) جواب دیا پھر وہ آدمی بیٹھ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دس (۱۰) نیکیاں ہیں۔ پھر ایک دوسرا آدمی آیا تو اس نے کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سلام کا) جواب دیا۔ پھر وہ بیٹھ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیس (۲۰) نیکیاں ہیں۔ پھر ایک اور آدمی آیا تو اس نے کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ پھر وہ بیٹھ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیس (۳۰) نیکیاں ہیں۔

(سنن ابی داود: ۵۱۹۵، جامع الترمذی: ۲۶۸۹، اسنادہ حسن)

۲: اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے:

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِاللّٰهِ مَنْ بَدَأَ بِالسَّلَامِ.

یقیناً سلام میں پہل کرنے والا شخص اللہ کے سب سے زیادہ قریب ہے۔

(ترمذی: ۲۶۹۴، وقال: "ھذا حدیث حسن" سنن ابی داود: ۵۱۹۷ وھو حدیث صحیح)

۳: بہترین لوگوں میں شمار ہوتا ہے:

سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لِيَالٍ، يَلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هٰذَا وَيُعْرِضُ هٰذَا، وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ.

کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے دوسرے مسلمان بھائی سے تین راتوں سے اوپر

کلام کرنا ترک کردے۔ پس وہ (جب کسی راستے پر ملتے ہیں) اس سے منہ موڑتا ہے اور دوسرا اس سے اعراض کرتا ہے اور ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو السلام علیکم سے ابتداء کردے۔ (صحیح بخاری: ۶۰۷۷، صحیح مسلم: ۲۵۶۰، دارالسلام: ۶۵۳۲ واللفظ لہ)

۴۔۵: آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے اور جنت میں داخلہ نصیب ہوتا ہے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَاتَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّی تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتَّی تَحَابُّوْا، أَوَلَا اَدُلُّکُمْ عَلَی شَيْءٍ اِذا فَعَلْتُمُوْہُ تَحَابَبْتُمْ؟ اَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَکُمْ. تم اس وقت تک جنت میں نہیں داخل ہوسکتے جب تک تم مومن نہیں بن جاتے۔ تم اس وقت تک مومن نہیں بن سکتے جب تک تم باہم محبت نہیں کرتے۔ کیا میں تمھیں ایسی چیز نہ بتاؤں جب تم اسے کرنے لگ جاؤ تو تمھاری باہم محبت ہوجائے۔ آپس میں سلام پھیلاؤ۔ (صحیح مسلم: ۵۴، دارالسلام: ۱۹۴)

سلام کہنے کے چند ضروری مسائل

۱: واقف اور ناواقف دونوں کو سلام کہنا چاہئے۔ (صحیح بخاری: ۶۲۳۶، صحیح مسلم: ۶۳/ ۳۹)

۲: سوار آدمی پیدل چلنے والے کو سلام کہے۔

۳: پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کہے۔

۴: اور تھوڑے، زیادہ کو سلام کریں۔ (صحیح بخاری: ۶۲۳۲، صحیح مسلم: ۱/ ۲۱۶۰)

۵: چھوٹا بڑے کو سلام کرے گا۔ (صحیح بخاری: ۶۲۳۱)

۶: اگر بڑا آدمی چھوٹے کو سلام کہے تو جائز ہے۔ (صحیح بخاری: ۶۲۴۷، صحیح مسلم: ۱۴/ ۲۱۶۸)

۷: یہود و نصاریٰ کو سلام کرنے میں پہل نہیں کرنی چاہئے۔ (صحیح مسلم: ۱۳/ ۲۱۶۷)

۸: اگر اہل کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ) سلام کہیں تو جواب میں صرف "وَعَلَيْکُمْ" کہا جائے گا۔ (صحیح بخاری: ۶۲۵۸، صحیح مسلم: ۶/ ۲۱۶۳)

۹: اگر فتنے کا ڈر نہ ہو تو عورتوں کو سلام کہنا جائز ہے۔ (سنن ابی داود: ۵۲۰۴)

حافظ زبیر علیزئی

انوار السنن فی تحقیقِ آثار السنن

(۲)

أبواب النجاسات نجاستوں کے ابواب

باب سؤر الهرّ

بلی کے جوٹھے کا باب

۱۲) عن كبشة بنت كعب بن مالك و كانت عند ابن أبي قتادة أن أبا قتادة رضي اللّٰه عنه دخل عليها، قالت: فسكبت له وضوءًا، قالت: فجاءت هرة تشرب فأصغى لها الاناء حتى شربت، قالت كبشة: فرآني أنظر إليه فقال: أتعجبين يا ابنة أخي؟ فقلت: نعم! فقال: أن رسول اللّٰه ﷺ قال:

((إنها ليست بنجس إنما هي من الطوافين عليكم أو الطوافات.))

رواه الخمسة وصححه الترمذي.

ابن ابی قتادہ کی بیوی کبشہ بنت کعب بن مالک (رحمہا اللہ) سے روایت ہے کہ اُن کے پاس ابوقتادہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ کے لئے وضو کا پانی (برتن میں) اُنڈیلا، پھر ایک بلی آئی تا کہ (پانی) پیئے تو آپ نے اس کے لئے برتن جھکایا حتیٰ کہ اس نے پی لیا۔ کبشہ فرماتی ہیں: آپ نے دیکھا کہ میں آپ کی طرف (غور سے) دیکھ رہی ہوں تو فرمایا: اے بھتیجی! کیا تو تعجب کرتی ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! تو آپ نے فرمایا: بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ (بلی) نجس نہیں، یہ تو تمھارے پاس بار بار آنے والوں یا آنے والیوں میں سے ہے۔

اسے پانچ محدثین (ابوداود: ۷۵، ترمذی: ۹۲، ابن ماجہ: ۳۶۷، نسائی ۱/۵۵ ح ۶۸، اوراحمد ۵/۳۰۳) نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے صحیح کہا۔

انوار السنن: اس کی سند صحیح ہے۔

اسے ابن خزیمہ (ح ۱۰۶) اور ابن حبان (ح ۱۲۱) وغیرہما نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔

تنبیہ: اس حدیث میں سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے عمل سے بلی کے جوٹھے کا ناپاک نہ ہونا ثابت ہوتا ہے جبکہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے فتوے سے بلی کے جوٹھے کا ناپاک ہونا ثابت ہوتا ہے۔ (دیکھئے حدیث نمبر: ۱۶)

اور مرفوع حدیث بھی اس فتوے کی مؤید ہے۔ دیکھئے حدیث نمبر: ۱۵

لہٰذا راجح یہی ہے کہ بلی کا جوٹھا پاک نہیں بلکہ مکروہ ہے۔

۱۳) وعن داود بن صالح بن دينار التمار عن أمه أن مولاتها أرسلتها بهريسة إلى عائشة رضي الله عنها فوجدتها تصلى فأشارت إلى أن ضعيها فجاء ت هرة فأكلت منها فلما انصرفت أكلت من حيث أكلت الهرة، فقالت: إن رسول الله ﷺ قال: ((**إنها ليست بنجس إنما هي من الطوافين عليكم**.)) وقد رأيت رسول الله ﷺ يتوضأ بفضلها. رواه أبو داود وإسناده حسن.

داود بن صالح بن دینار التمار کی ماں سے روایت ہے کہ اُن کی مالکہ نے ہریسہ (نامی ایک حلوہ) دے کر انھیں عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھیجا، داود کی ماں نے دیکھا کہ وہ (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) نماز پڑھ رہی ہیں، انھوں نے (نماز میں ہی) اشارہ کیا کہ (برتن) کو رکھ دو، پھر ایک بلی آئی تو اُس نے اِس میں سے (کچھ) کھالیا۔ پھر جب وہ (سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا) نماز سے فارغ ہوئیں تو وہیں سے کھایا جہاں سے بلی نے کھایا تھا، پھر فرمایا: بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ نجس نہیں ہے بلکہ یہ تمھارے پاس بار بار آنے والوں میں سے ہے اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو بلی کے جوٹھے سے وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

اسے ابوداود (۷۶) نے حسن سند سے روایت کیا ہے۔

انوار السنن: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس روایت میں داود بن صالح کی ماں مجہولہ (نامعلوم و مجہول راویہ) ہے جیسا کہ ابن الترکمانی (حنفی) نے کہا ہے۔ دیکھئے الجوہر النقی (۲۴۸/۱)

طحاوی نے کہا: اور وہ اہل علم کے نزدیک معروفہ (پہچانی جانے والی) نہیں ہے۔

(مشکل الآثار ۳/۲۷۰)

لہٰذا نیموی صاحب کا اس ضعیف روایت کو ''**و إسناده حسن** '' قرار دینا غلط ہے۔

۱۴) وعن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال: ((**يغسل الاناء إذا ولغ فيه الكلب سبع مرات أولاهن أو أخراهن بالتراب وإذا ولغت فيه الهرة غسل مرة .))** رواه الترمذي وصححه .

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اس (برتن) کو سات دفعہ دھویا جاتا ہے، جس میں پہلی یا آخری دفعہ مٹی سے مانجا جاتا ہے اور اگر اس میں بلی منہ ڈال لے تو اسے صرف ایک دفعہ دھویا جاتا ہے۔

اسے ترمذی (۹۱) نے روایت کیا ہے اور (حسن) صحیح کہا ہے۔

انوار السنن: اس روایت میں ''اور اگر اس میں بلی منہ ڈال لے تو اسے صرف ایک دفعہ دھویا جاتا ہے'' والا ٹکڑا موقوف یعنی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے جیسا کہ ابوداود (ح ۷۲) وغیرہ نے بیان کر دیا ہے اور باقی حدیث متفق علیہ (صحیح بخاری: ۱۷۲، صحیح مسلم: ۲۷۹) ہے۔

۱۵) وعنه عن النبي ﷺ قال :

((طهور الاناء إذا ولغ فيه الهرّ أن يغسل مرة أو مرتين.))

رواه الطحاوي وآخرون وقال الدارقطني : هذا صحيح .

اور انھی (سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

اگر تمھارے برتن میں بلی منہ ڈال لے تو اس کی طہارت ایک یا دو دفعہ دھونے میں ہے۔

اسے طحاوی (۱/۱۹) اور دوسروں (مثلاً دارقطنی ۱/۶۷ ح ۲۰۲، ۱/۶۴ ح ۱۸۳، بیہقی ۱/۲۴۷ وأعله ، الحاکم فی المستدرک ۱/۱۶۰، وصححہ الحاکم علیٰ شرط الشیخین ووافقہ الذہبی) نے روایت کیا ہے اور (امام) دارقطنی نے فرمایا: یہ صحیح ہے۔

انوار السنن: اس کی سند صحیح ہے۔

اس روایت پر امام بیہقی کی جرح صحیح نہیں۔

تنبیہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قولِ راجح میں بلی کا جوٹھا مکروہ ہے لہٰذا طہارت والی روایت منسوخ یا حالتِ اضطرار میں بیانِ جواز پر محمول ہے۔

۱۶) وعنه قال: إذا ولغ الهر في الاناء فاهرقه واغسله مرة. رواه الدارقطني وإسناده صحيح، قال النيموي: والموقوف أصح في الباب.

اور انھی (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے (موقوف) روایت ہے کہ اگر برتن میں بلی منہ ڈال لے تو اسے بہا دینا چاہئے اور برتن کو ایک دفعہ دھونا چاہئے۔

اسے دارقطنی (۱/۶۷ ح ۲۰۳، دوسرا نسخہ: ۲۰۰) نے روایت کیا اور اس کی سند صحیح ہے۔

انوار السنن: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس سند میں امام محمد بن سیرین کے شاگرد ہشام بن حسان مدلس ہیں۔

(دیکھئے حدیث سابق: ۱۰ کا حاشیہ)

لیکن حدیثِ سابق (۱۵) اس سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

بلی اگر برتن میں منہ ڈال دے تو اس کے بارے میں سنن دارقطنی میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول موجود ہے: "**اغسله مرّة واهرقه**" اسے ایک دفعہ دھولو اور (برتن والی چیز کو) بہا دو۔ (۱/۱۱۱ ح ۲۰۱، وسندہ صحیح)

نیموی نے کہا: اس باب میں (یہ) موقوف روایت سب سے زیادہ صحیح ہے۔

انوار السنن: راجح یہ ہے کہ اس باب میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت (حدیث سابق: ۱۵) سب سے زیادہ صحیح ہے۔

باب سور الكلب
کتے کے جوٹھے کا باب

۱۷) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ:

((طهور إناء أحدكم إذا ولغ فيه الكلب أن يغسله سبع مرات، أولاهن بالتراب.)) رواه مسلم .

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تمھارے برتن میں کُتا منہ ڈال لے تو اسے پاک کرنا سات دفعہ دھونا ہے، جس میں پہلی دفعہ مٹی کے ساتھ مانجنا چاہئے۔

اسے مسلم (۲۷۹) نے روایت کیا ہے۔

انوارالسنن: معلوم ہوا کہ کتے کے جوٹھے برتن کو صاف کرنے کے بعد سات دفعہ دھونا ضروری ہے اور پہلی یا آخری دفعہ اسے مٹی سے مانجنا چاہئے تاکہ ہر قسم کے جراثیم ختم ہو جائیں۔اسی حدیث کے مطابق سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فتویٰ دیتے تھے۔

۱۸) وعن عبداللّٰه بن المغفل رضي اللّٰه عنه قال : أمر رسول اللّٰه ﷺ بقتل الكلاب ثم قال: ((**ما بالهم وبال الكلاب ؟**))

ثم رخص في كلب الصيد و كلب الغنم وقال: ((**إذا ولغ الكلب في الاناء فاغسلوه سبع مرات وعفروه الثامنة بالتراب.**))

رواه مسلم .

عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کے قتل کرنے کا حکم دیا پھر (بعد میں) فرمایا: لوگوں کو کتوں سے کیا ہے؟

پھر آپ نے شکاری اور بکریوں (کی حفاظت) کے کتے کی اجازت دے دی اور فرمایا: اگر کتا برتن میں منہ ڈال لے تو اسے سات دفعہ دھوؤ اور آٹھویں دفعہ اسے مٹی سے مانجو۔

اسے مسلم (۲۸۰) نے روایت کیا ہے۔

انوارالسنن: اس صحیح حدیث سے بھی کتے کے جوٹھے برتن کو سات دفعہ دھونے کا حکم یا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ نیز دیکھئے حدیث: ۲۰

۱۹) وعن عطاء عن أبي هريرة رضي الله عنه أنه كان إذا ولغ الكلب في الاناء أهراقه وغسله ثلاث مرات.

رواه الدارقطني وآخرون وإسناده صحيح.

عطاء (بن ابی رباح رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جب برتن میں کتا منہ ڈال (کر کھا پی) لے تو اسے (بچے کھچے کو) پھینک دینا چاہئے اور برتن کو تین دفعہ دھونا چاہئے۔

اسے دارقطنی (۱/۶۶ ح ۱۹) اور دوسروں نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

انوار السنن: حسن ہے۔ **نیز دیکھئے حدیث: ۲۰**

۲۰) وعنه عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: إذا ولغ الكلب فى الاناء فاهرقه ثم اغسله ثلث مرات.

رواه الدارقطني والطحاوى وإسناده صحيح.

اور انھیں (عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جب کسی برتن میں کتا منہ ڈال لے تو اسے پھینک دینا چاہئے، پھر برتن کو تین دفعہ دھولیں۔

اسے دارقطنی (۱/۶۶ ح ۱۹۳) اور طحاوی (۱/۲۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

انوار السنن: اس کی سند حسن ہے۔

اس موقوف حدیث کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں:

اول: کتے کے جوٹھے برتن کو سات دفعہ دھونا واجب نہیں بلکہ افضل و مستحب ہے اور تین دفعہ دھونا بھی جائز ہے۔

دوم: یہ روایت منسوخ ہے کیونکہ خود سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سات دفعہ دھونے کا حکم موقوفاً ثابت ہے۔ واللہ اعلم

۲۱) وعن ابن جريج قال قال لى عطاء: يغسل الاناء الذي ولغ الكلب فيه.

قال: كل ذلك سبعاً وخمساً وثلاث مرات.

رواه عبدالرزاق في مصنفه وإسناده صحيح.

ابن جریج (تبع تابعی) سے روایت ہے کہ عطاء (بن ابی رباح) نے مجھے کہا جس برتن میں کتا منہ ڈال لے تو اسے سات، پانچ اور تین دفعہ ہر طریقے سے دھویا جاتا ہے۔

اسے عبدالرزاق نے اپنے مصنف (۱/۹۷ ح ۳۳۳) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

انوارالسنن: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

اس کے بنیادی راوی امام عبدالرزاق ثقہ حافظ ہونے کے ساتھ مدلس بھی تھے۔

دیکھئے الفتح المبین (۲/۵۸ ص ۴۵) اور کتاب الضعفاء الکبیر للعقیلی (۳/۱۱۰۔۱۱۱، وسندہ صحیح)

اور یہ روایت عن سے ہے لہٰذا ضعیف ہے۔ دیکھئے حدیث سابق: ۱۰

اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: برتن میں کتا منہ ڈال لے تو اسے سات دفعہ دھوئیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۱۷۳ ح ۱۸۳۱، وسندہ حسن)

سعید بن المسیب (مشہور تابعی) نے فرمایا: کتے کے جوٹھے برتن کو سات دفعہ دھونا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۱۷۴ ح ۱۸۳۲، وسندہ حسن)

اس اثر کے راوی عبدالرحمٰن بن حرملہ کو جمہور نے ثقہ وصدوق قرار دیا ہے، لہٰذا وہ حسن الحدیث ہیں۔

تنبیہ: ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ کتا نجس العین ہے جبکہ ان کے برعکس تقلیدی حضرات یہ کہتے ہیں کہ "**وليس الكلب بنجس العين**" اور کتا نجس العین نہیں۔

(دیکھئے الہدایہ مع العنایہ: المکتبۃ الشاملہ ۱/۹۳ وکتب الحنفیہ)

بلکہ بعض نے یہ مسئلہ بھی گھڑ لیا ہے کہ اگر کتے کا منہ بندھا ہوا ہو تو کتا اُٹھا کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ دیکھئے ردالمحتار (ج ۱ ص ۱۵۲، دوسرا نسخہ ص ۱۹۲) تجلیات صفدر (۴/ ۳۹۹) اور آئینہ غیر مقلدیت (ص ۱۷۹)